رُوداد جماعتِ اسلامی

حصہ اوّل

سنہ ۱۹۴۱-۴۳ء

شعبۂ تنظیم

شعبۂ نشر واشاعت جماعت اسلامی پاکستان

منصورہ ——— لاہور

طابع و ناشر: ——— چوہدری محمد اسلم سلیمی
قیم جماعت اسلامی پاکستان
منصورہ، ملتان روڈ، لاہور

مطبع: ——— میٹرو پرنٹرز، لاہور

اشاعت:

پہلی تا اٹھارہویں	جنوری ۱۹۹۲ء تک	۲۴۹۰۰
انیسویں	دسمبر ۱۹۹۲ء	۱۱۰۰
بیسویں	مئی ۱۹۹۳ء	۱۱۰۰

قیمت: ۱۸/۰۰ روپے

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روداد اجتماعِ اوّل

منعقدہ یکم تا ۵ شعبان ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۵ تا ۲۹ اگست ۱۹۴۱ء

شرکتِ اجتماع[1] کے لئے دعوتِ عام

"مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم" میں اسلامی تحریک کی تشریح اور اس کے لیے کام کرنے والی ایک جماعت کی ضرورت ظاہر کی جا چکی تھی۔ اور اس مطلوبہ جماعت کی تشکیل کا نقشہ بھی پیش کر دیا گیا تھا۔ اس کی اشاعت کے بعد "ترجمان القرآن" ماہ صفر ۱۳۶۰ھ میں عامۃ الناس کو دعوت دی گئی کہ جو لوگ اس نظریہ کو قبول کر کے اس طرز پر عمل کرنا چاہتے ہوں وہ دفتر کو مطلع کریں۔ پرچہ چھپنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد اطلاعات آنی شروع ہو گئیں اور معلوم ہوا کہ ملک میں ایسے آدمیوں کی ایک خاص تعداد موجود ہے جو "جماعت اسلامی" کی تشکیل اور اس کے قیام اور بقاء کے لیے جدوجہد کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ یہ طے کر لیا گیا کہ ان تمام حضرات کو ایک جگہ اکٹھا کر کے ایک جماعتی شکل بنا لی جائے اور پھر اسلامی تحریک کو باقاعدہ اٹھانے کی تدابیر سوچی جائیں۔ اس "

---

[1] یہ تاسیسی اجلاس مولانا مودودیؒ کی رہائش گاہ واقع اسلامیہ پارک لاہور میں منعقد ہوا۔

غرض کے یے یکم شعبان سنہ ۱۳۶۰ھ (۲۶ اگست ۱۹۴۱ء) اجتماع کی تاریخ مقرر ہوئی اور جن لوگوں نے جماعت اسلامی میں شامل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تھا ان سب کو ہدایت کر دی گئی کہ جہاں ابتدائی جماعتیں بن گئی ہیں وہاں سے صرف منتخب نمائندے آئیں اور جہاں لوگ ابھی انفرادی صورت میں ہیں وہاں سے حتی الامکان ہر شخص آجائے۔

۲۸ رجب سے ہی لوگ آنے شروع ہو گئے اور یکم شعبان تک تقریباً ساٹھ آدمی آچکے تھے باقی کچھ لوگ بعد میں آتے رہے شرکائے اجتماع کی کل تعداد ۷۵ تھی۔

کارروائی

یکم شعبان سنہ ۱۳۶۰ھ آنے والوں کا انتظار تھا۔ نیز بعض دوسری وجوہ سے بھی باقاعدہ اجتماع نہ ہو سکا۔ البتہ چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنا کر لوگ بیٹھ گئے تھے۔ صبح سے شام تک جماعت اور تحریک کے متعلق بے ضابطہ تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری رہا۔ شام کو دیر تک لوگ دفتر ترجمان القرآن کے صحن میں بیٹھے رہے۔ قریب قریب ہر شخص سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی طرف متوجہ تھا۔ لوگ مختلف قسم کے مسائل پیش کرتے اور مودودی صاحب انہیں حل کرتے رہے۔ عشاء کے بعد لوگ منتشر ہو گئے اور اپنی اپنی قیام گاہوں میں چلے گئے۔

۲ر شعبان ۔ آٹھ بجے صبح دفتر ترجمان القرآن[1] کے کمرے میں پہلا اجتماع ہوا۔ سب لوگ فرش پر بیٹھے تھے ۔ مودودی صاحب حضرات حاضرین کی اجازت سے کرسی پر بیٹھے اور اصل کارروائی شروع کرنے سے قبل آپ نے ایک نہایت اہم اور طویل خطبہ دیا جس کے دوران میں موجودہ اسلامی تحریک کی تاریخ پر بہت ضروری اور مفید روشنی ڈالی ۔

افتتاحی خطاب

آغاز دعوت :۔

اپنے افتتاحی خطاب میں مولانا مودودی صاحب نے فرمایا ۔

ایک وقت تھا کہ عام مسلمانوں کی طرح میں خود بھی روایتی اور نسلی مذہبیت کا قائل اور اس پر عمل پیرا تھا۔ جب ہوش آیا تو محسوس ہوا کہ اس طرح محض مَا اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَاءَنَا کی پیروی ایک بے معنی چیز ہے ۔ آخرکار میں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف توجہ کی ، اسلام کو سمجھا اور جان بوجھ کر اس پر ایمان لایا ۔ پھر آہستہ آہستہ اسلام کے مجموعی اور تفصیلی نظام کو سمجھنے اور معلوم کرنے کی کوشش کی ۔ جب اللہ تعالیٰ نے

---

[1] :۔ یہ دفتر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے رہائشی مکان (کوٹھی مستری محمد عبداللہ صاحب متصل مبارک مسجد ، شبلی سٹریٹ ، اسلامیہ پارک ، پونچھ روڈ لاہور) کے ایک کمرہ میں واقع تھا ۔

قلب کو اس طرف سے پوری طرح مطمئن کر دیا تو جس حق پر خود ایمان لایا تھا اس کی طرف دوسروں کو دعوت دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اس مقصد کے لیے ۱۳۵۲ھ میں رسالہ "ترجمان القرآن" جاری کیا۔ ابتدائی چند سال الجھنوں کو صاف کرنے اور دین کا ایک واضح تصور پیش کرنے میں صرف ہوئے۔ اس کے بعد دین کو ایک تحریک کی شکل میں جاری کرنے کے لیے پیش قدمی شروع کی۔ دین کو تحریک کی شکل میں جاری کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہماری زندگی میں دینداری محض ایک انفرادی رویہ کی صورت میں جامد و ساکن ہو کر نہ رہ جائے بلکہ ہم اجتماعی صورت میں نظامِ دینی کو عملاً نافذ و قائم کرنے اور مانع و مزاحم قوتوں کو اس کے راستے سے ہٹانے کے لیے جدوجہد بھی کریں۔ "ادارہ دارالاسلام" کا قیام اس سلسلہ کا پہلا قدم تھا۔ ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۷ء) میں یہ قدم اٹھایا گیا۔ اور اس وقت صرف چار آدمی رفیق[1] کار بنے۔ اس چھوٹی سی ابتداء کو اس وقت بہت حقیر سمجھا گیا۔ مگر الحمدللہ کہ ہم بددل نہ ہوئے اور اسلامی تحریک کی طرف دعوت دینے اور اس تحریک کے لیے نظری حیثیت سے ذہن ہموار کرنے کا کام لگاتار کرتے چلے گئے۔ اس دوران میں ایک ایک کر کے رفقاء کی تعداد بڑھتی رہی، ملک کے مختلف حصوں میں

---

[1] :۔ مستری محمد صدیق، سید عبدالعزیز شرقی رکن جماعت اسلامی مدینہ منورہ۔ مولانا صدر الدین اصلاحی (رکن جماعت اسلامی ہند) سید محمد شاہ جو رسالہ ترجمان القرآن کے مینجر تھے۔

ہم خیال لوگوں کے چھوٹے چھوٹے حلقے بھی بنتے رہے ، اور لٹریچر کی اشاعت کے ساتھ ساتھ زبانی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ آخرکار تحریک کے اثرات کا گہرا جائزہ لینے کے بعد محسوس ہوا کہ اب جماعت اسلامی کی تاسیس اور تحریک اسلامی کو منظم طور پر اٹھانے کے لیے زمین تیار ہو چکی ہے اور یہ وقت دوسرا قدم اٹھانے کے لیے موزوں ترین وقت ہے۔

چنانچہ اسی بنیاد پر یہ اجتماع منعقد کیا گیا۔

تحریک اسلامی اور دوسری تحریکوں کا اصولی فرق:

اس تاریخی تبصرے کے بعد مودودی صاحب نے بیان کیا کہ مسلمانوں میں عموماً جو تحریکیں اٹھتی رہی ہیں اور جو اب چل رہی ہیں پہلے ان کے اور اس تحریک کے اصولی فرق کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے:

اوّلاً ان میں یا تو اسلام کے کسی جزء کو یا دنیوی مقاصد میں سے کسی مقصد کو لے کر بنائے تحریک بنایا گیا ہے، لیکن ہم عین اسلام اور اصل اسلام کو لے کر اٹھ رہے ہیں، اور پورا کا پورا اسلام ہی ہماری تحریک ہے۔

ثانیاً ان میں جماعتی تنظیم دنیا کی مختلف انجمنوں اور پارٹیوں کے ڈھنگ پر کی گئی ہے۔ مگر ہم ٹھیک وہی نظام جماعت اختیار کر رہے ہیں جو شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ جماعت کا تھا۔

ثالثاً ان میں ہر قسم کے آدمی اس مفروضہ پر بھرتی کر لیے گئے ہیں کہ جب یہ مسلمان قوم میں پیدا ہوئے ہیں تو "مسلمان" ہی ہوں گے، اور اس کا

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ارکان سے لے کر کارکنوں اور لیڈروں تک بکثرت ایسے آدمی ان جماعتوں کے نظام میں گھس گئے جو اپنی سیرت کے اعتبار سے ناقابل اعتماد تھے اور کسی بار امانت کو سنبھالنے کے لائق نہ تھے لیکن ہم کسی شخص کو اس مفروضہ پر نہیں لیتے کہ وہ مسلمان ہوگا، بلکہ جب وہ کلمہ طیبہ کے معنی ومفہوم اور مقتضیات کو جان کر اس پر ایمان لانے کا اقرار کرتا ہے تب اسے جماعت میں لیتے ہیں، اور جماعت میں آنے کے بعد اُس کے جماعت میں رہنے کے لیے اس بات کو شرط لازم قرار دیتے ہیں کہ اسلام میں جو کم سے کم مقتضیات ایمان ہیں اُن کو پُورا کرے۔ اس طرح انشاءاللہ مسلمان قوم میں سے صرف صالح عنصر ہی چھٹ کر جماعت میں آئے گا، اور جو جو صالح بنتا جائے گا اس جماعت میں داخل ہوتا جائے گا۔

رابعاً ان تحریکوں کی نظر ہندوستان تک اور ہندوستان میں بھی صرف مسلم قوم تک محدود رہی ہے۔ کسی نے وسعتِ اختیار کی تو زیادہ سے زیادہ بس اتنی کہ دنیا کے مسلمانوں تک نظر پھیلادی، مگر بہر حال یہ تحریکیں صرف ان لوگوں تک محدود رہیں جو پہلے سے "مسلم قوم" میں شامل ہیں، اور ان کی دلچسپیاں بھی انہی مسائل تک محدود رہیں جن کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ اُن کے کاموں میں کوئی چیز ایسی شامل نہیں رہی ہے جو غیر مسلموں کو اپیل کرنے والی ہو بلکہ بالفعل ان میں سے اکثر کی سرگرمیاں غیر مسلموں کے اسلام کی طرف آنے میں الٹی سدِ راہ بن گئی ہیں۔ لیکن ہمارے لیے چونکہ خود اسلام ہی تحریک ہے اور اسلام کی دعوت تمام دنیا کے انسانوں کے لیے ہے۔ لہذا

ہماری نظر کسی خاص قوم یا کسی خاص ملک کے وقتی مسائل میں الجھی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ پوری نوع انسانی اور سارے کرۂ زمین پر وسیع ہے۔ تمام انسانوں کے مسائل زندگی ہمارے مسائل زندگی ہیں اور اللہ کی کتاب اور اُس کے رسولؐ کی سنت سے ہم ان مسائل زندگی کا وہ حل پیش کرتے ہیں جس میں سب کی فلاح اور سب کے لیے سعادت ہے۔ اس طرح ہماری جماعت میں نہ صرف پیدائشی مسلمانوں کا صالح عنصر کھنچ کر آئے گا، بلکہ نسلی غیر مسلموں میں بھی جو سعید روحیں موجود ہیں وہ انشاءاللہ اس میں شامل ہوتی چلی جائیں گی۔

جماعت اسلامی کی وجہ تسمیہ :-

اس توضیح کے بعد مودودی صاحب نے فرمایا کہ یہی خصوصیات ہیں جن کی بنا پر ہم اپنی اس جماعت کو " اسلامی جماعت " اور اس تحریک کو " اسلامی تحریک " کہتے ہیں، کیونکہ جب اس کا عقیدہ، نصب العین، نظام جماعت اور طریق کار بلا کسی کمی بیشی کے وہی ہے جو اسلام کا ہمیشہ رہا ہے تو اس کے لیے اسلامی جماعت کے سوا کوئی دوسرا نام نہیں ہو سکتا، اور جب یہ عین اسلام کے نصب العین کی طرف اسلامی طریق ہی پر حرکت کرتی ہے تو اس کی تحریک اسلامی تحریک کے سوا کچھ نہیں ہے۔ مگر زمانۂ نبوت کے بعد جب کبھی ایسی کوئی تحریک دنیا میں اٹھی ہے اس کو دو زبردست اندرونی خطرے پیش آئے ہیں۔

جن غلطیوں سے کارکنان تحریک کو لازماً بچنا چاہیئے۔

ایک یہ کہ ایسی جماعت بننے اور ایسی تحریک لے کر اُٹھنے کے بعد بہت

جلدی لوگ اس غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں کہ ان کی جماعت کی حیثیت وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں اسلامی جماعت کی تھی، بالفاظ دیگر یہ کہ جو اس جماعت میں نہیں ہے اور من شذ شذ فی النار یہ چیز بہت جلدی اس جماعت کو مسلمانوں کا ایک فرقہ بنا کر رکھ دیتی ہے اور پھر اس کا سارا وقت اصل کام کے بجائے دوسرے مسلمانوں سے الجھنے اور مناظرے کرنے میں کھپ جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ ایسی جماعتیں جس کو اپنا امیر یا امام تسلیم کرتی ہیں اس کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ اس کی وہی حیثیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین کی تھی، یعنی جس کی گردن میں اس امام کی بیعت کا قلادہ نہیں وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، اور اس غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخر کار ان کی ساری تگ و دو بس اپنے امیر یا امام کی امارت و امامت منوانے پر مرکوز ہو جاتی ہے۔

مودودی صاحب نے کہا کہ ہم کو ان دونوں خطرات سے بچ کر چلنا ہے، خوب سمجھ لیجئے کہ ہماری حیثیت بعینہٖ اس جماعت کی سی نہیں ہے جو ابتداءً نبی کی قیادت میں بنتی ہے، بلکہ ہماری صحیح حیثیت اُس جماعت کی ہے جو اصل نظام جماعت کے درہم برہم ہو جانے کے بعد اُس کو تازہ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ نبی کی قیادت میں جو جماعت بنتی ہے وہ تمام دنیا میں ایک ہی اسلامی جماعت ہوتی ہے اور اس کے دائرے سے باہر صرف کفر ہی ہوتا ہے۔ مگر بعد میں اس نظام اور کام کو تازہ کرنے کے لیے جو لوگ اٹھیں ضروری نہیں

کہ ان سب کی بھی ایک ہی جماعت ہو۔ ایسی جماعتیں بیک وقت بہت سی ہوسکتی ہیں، اور ان میں سے کسی کو بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ بس ہم ہی اسلامی جماعت ہیں اور ہمارا امیر ہی امیر المومنین ہے۔ اس معاملہ میں تمام ان لوگوں کو جو جماعت میں شامل ہوں غلو سے سخت پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ بہرحال ہم کو مسلمانوں میں ایک "فرقہ" نہیں بننا ہے۔ خدا ہمیں اس سے بچائے کہ ہم اس کے دین کے لیے کچھ کام کرنے کے بجائے مزید خرابیاں پیدا کرنے کے موجب بن جائیں۔

تحریک اسلامی کا دائرہ عمل :-

اس کے بعد مودودی صاحب نے فرمایا کہ جماعت اسلامی کے لیے دنیا میں کرنے کا جو کام ہے اس کا کوئی محدود تصوّر اپنے ذہن میں قائم نہ کیجئے۔ دراصل اس کے لیے کام کا کوئی ایک ہی میدان نہیں ہے، بلکہ پوری انسانی زندگی اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ اس کے دائرۂ عمل میں آتی ہے۔ اسلام تمام انسانوں کے لیے ہے، اور ہر چیز جس کا انسان سے کوئی تعلق ہے اس کا اسلام سے بھی تعلق ہے، لہٰذا اسلامی تحریک ایک ہمہ گیر نوعیت کی تحریک ہے اور یہ خیال کرنا غلط ہے کہ اس تحریک میں کام کرنے کے لیے صرف خاص قابلیتوں اور خاص علمی معیار کے آدمیوں ہی کی ضرورت ہے، نہیں، یہاں ہر انسان کے لیے کام موجود ہے، کوئی انسان بیکار نہیں ہے، جو شخص جو قابلیت بھی رکھتا ہو اس کے لحاظ سے وہ اسلام کی خدمت میں اپنا حصّہ ادا کر سکتا ہے۔ عورت، مرد، بوڑھا، جوان، دیہاتی، شہری،

کسان، مزدور، تاجر، ملازم، مقرر، محرر، ادیب، ان پڑھ اور فاضل اجل، سب یکساں کار آمد اور یکساں مفید ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ جان بوجھ کر اسلام کے عقیدے کو اختیار کر لیں، اس کے مطابق عمل کرنے کا فیصلہ کر لیں، اور اس مقصد کو جسے اسلام نے مسلمان کا نصب العین قرار دیا ہے اپنی زندگی کا مقصد بنا کر کام کرنے پر تیار ہو جائیں البتہ یہ بات ہر اُس شخص کو جو جماعت اسلامی میں آئے اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ جو کام اس جماعت کے پیش نظر ہے وہ کوئی ہلکا اور آسان کام نہیں ہے۔ اسے دنیا کے پورے نظامِ زندگی کو بدلنا ہے اسے دنیا کے اخلاق، سیاست، تمدن، معیشت، معاشرت، ہر چیز کو بدل ڈالنا ہے۔ دنیا میں جو نظامِ حیات خدا سے بغاوت پر قائم ہے اسے بدل کر خدا کی اطاعت پر قائم کرنا ہے، اور اس کام میں تمام شیطانی طاقتوں سے اس کی جنگ ہے۔ اس کو اگر کوئی ہلکا کام سمجھ کر آئے گا تو بہت جلدی مشکلات کے پہاڑ اپنے سامنے دیکھ کر اس کی ہمت ٹوٹ جائے گی۔ اس لیے ہر شخص کو قدم آگے بڑھانے سے پہلے خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ کس خارزار میں قدم رکھ رہا ہے۔ یہ وہ راستہ نہیں ہے جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹ جانا دونوں یکساں ہوں۔ نہیں، یہاں پیچھے ہٹنے کے معنی ارتداد کے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس جماعت سے نکلنا ارتداد کا ہم معنی ہے، بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ خدا کے راستہ میں پیش قدمی کرنے کے بعد مشکلات، مصائب، نقصانات اور خطرات کو سامنے دیکھ کر پیچھے ہٹ جانا اپنی روح اور اپنی حقیقت کے اعتبار سے ارتداد ہے، وَمَنْ

يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ[1]۔ لہٰذا قدم اٹھانے سے پہلے خوب سوچ لو۔ جو قدم بڑھاؤ اس عزم کے ساتھ بڑھاؤ کہ اب یہ قدم پیچھے نہیں پڑے گا۔ جو شخص اپنے اندر ذرا بھی کمزوری محسوس کرتا ہو بہتر ہے کہ وہ اسی وقت رک جائے۔

اجتماع کے انعقاد کی غرض۔

آخر میں مودودی صاحب نے فرمایا کہ اس اجتماع کے انعقاد کی غرض یہ ہے کہ جو لوگ اسلامی عقیدہ کو جان بوجھ کر قبول کریں اور اس کے نصب العین کے لیے کام کرنے پر تیار ہوں وہ اپنی انفرادی حیثیت کو ختم کر کے اللہ اور رسولؐ کی ہدایت کے مطابق ایک جماعت بن جائیں، اور باہمی مشورہ سے جماعتی طریق پر آئندہ کام کرنے کے لیے ایک نظام بنا لیں۔ میرا کام آپ کو ایک جماعت بنا دینے کے بعد پورا ہو جاتا ہے، میں صرف ایک داعی تھا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی کوشش کر رہا تھا، اور میری تمام مساعی کی غایت یہ تھی کہ ایک ایسا نظام جماعت بن جائے۔ جماعت بن جانے کے بعد میں آپ میں کا ایک فرد ہوں، اب یہ جماعت کا کام ہے کہ اپنے میں سے کسی اہل تر آدمی کو اپنا امیر منتخب کرے، اور پھر یہ اس امیر کا کام ہے کہ آئندہ اس تحریک کو چلانے کے لیے اپنی صوابدید کے مطابق ایک پروگرام بنائے اور اسے عمل میں لائے۔ میرے متعلق کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے کہ جب دعوت میں نے دی ہے تو آئندہ اس تحریک کی رہنمائی کو بھی میں اپنا ہی حق سمجھتا ہوں گا

---

[1] سورہ الانفال۔ ۱۶

ہرگز نہیں، نہ میں اس کا خواہش مند ہوں نہ اس نظریہ کا قائل ہوں کہ داعی کو ہی آخر کار لیڈر بھی ہونا چاہیئے، نہ مجھے اپنے متعلق یہ گمان ہے کہ اس عظیم الشان تحریک کا لیڈر بننے کی اہلیت مجھ میں ہے اور نہ اس کام کی بھاری ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے کوئی صاحبِ عقل آدمی یہ حماقت کر سکتا ہے کہ اس بوجھ کے اپنے کندھوں پر لادے جانے کی خود تمنا کرے۔ درحقیقت میری غایت تمنا اگر کچھ ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ ایک صحیح اسلامی نظامِ جماعت موجود ہو اور میں اس میں شامل ہوں۔ اسلامی نظامِ جماعت کے ماتحت ایک چپڑاسی کی خدمت انجام دینا بھی میرے نزدیک اس سے زیادہ قابلِ فخر ہے کہ کسی غیر اسلامی نظام میں صدارت اور وزارت عظمیٰ کا منصب مجھے حاصل ہو، لہٰذا اس مفروضہ پر نہ چلئے کہ جس طرح تشکیل جماعت سے پہلے سارے کام میں اپنی ذمہ داری پر چلاتا رہا ہوں، اسی طرح تشکیل جماعت کے بعد بھی میں ہی آپ سے آپ امارت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لوں گا۔ جماعت بن جانے کے بعد میری اب تک کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے، آئندہ کے کام کی پوری ذمہ داری جماعت کی طرف منتقل ہوتی جاتی ہے اور جماعت اپنی طرف سے اس ذمہ داری کو جس کے بھی سپرد کرنے کا فیصلہ کرے اس کی اطاعت اور خیر خواہی اور اس کے ساتھ تعاون کرنا ہر فرد جماعت کی طرح میرا بھی فرض ہو گا۔

ترتیبِ دستور

اس تمہیدی تقریر کے بعد آپ نے دستورِ جماعت اسلامی کا مسودہ پڑھنا شروع کیا۔ اس مسودہ کی کچھ کاپیاں پہلے ہی طبع کرا لی گئی تھیں اور تمام آنے والوں کو اجتماع سے ایک یا دو روز قبل دے دی گئی تھیں تاکہ وہ اس پہ اچھی طرح غور کر لیں۔ اجتماعِ عام میں اس کے متعلق ہر شخص کو اظہارِ رائے کا پورا پورا موقع دیا گیا۔ اس کا ایک ایک لفظ پڑھا گیا اور اس پہ بحث ہوتی۔ قریب قریب مغرب کے وقت جا کے یہ اجتماع ختم ہوا۔ درمیان میں صرف دوپہر کے کھانے اور ظہر و عصر کی نمازوں کے لیے اجتماع ملتوی کیا گیا تھا۔ بہرحال شام کے آتے آتے ہر ضروری مسئلہ زیرِ بحث آ کے طے ہو چکا تھا۔ دستور بعض ترمیمات اور اضافوں کے ساتھ پورا کا پورا باتفاقِ کلی پاس ہو گیا۔

تشکیلِ جماعت

اس کے بعد سب سے پہلے مودودی صاحب اٹھے اور کلمہ شہادت أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اعادہ کیا اور کہا کہ لوگو! گواہ رہو کہ میں آج از سرِ نو ایمان لاتا اور جماعت اسلامی میں شریک ہوتا ہوں۔ اس کے بعد محمد منظور نعمانی صاحب کھڑے ہوئے اور آپ نے بھی مودودی صاحب کی طرح تجدیدِ ایمان کا اعلان کیا۔ بعد ازاں حاضرین میں سے باری باری کر کے ہر شخص اٹھا، کلمہ شہادت ادا کیا، اور جماعت

میں شریک ہوا۔ اکثر حضرات کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے بلکہ بعض لوگوں پر تو روتے روتے رقت طاری ہوگئی تھی۔ قریب قریب ہر شخص کلمۂ شہادت ادا کرتے وقت ذمہ داری کے احساس سے کانپ رہا تھا۔ جب سب لوگ شہادت ادا کر چکے تو مودودی صاحب نے اعلان کیا کہ اب جماعت اسلامی کی تشکیل ہوگئی۔ آئیے ہم سب مل کر رب العالمین سے دعا کریں کہ وہ ہماری جماعت کو استقامت اور استقلال بخشے اور ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسولؐ کی سنت کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا سے پہلے مودودی صاحب نے اسلامی جماعت کی حیثیت اس کے منشاء اور نصب العین پر پھر ایک مرتبہ روشنی ڈالی اور حاضرین کو آگاہ کیا کہ انہوں نے آج کتنا بڑا عہد کیا ہے اور اس کو کس طرح نباہنا چاہیئے۔ بعد ازاں محمد منظور نعمانی صاحب نے ایک مختصر سی دعا پڑھی اور اجتماع برخاست ہوا۔

مولانا مودودی صاحب کا جماعت سے پہلا خطاب

۳ر شعبان:- صبح آٹھ بجے پھر اجتماع ہوا۔ سب سے پہلے مودودی صاحب نے ایک ایک رکن جماعت کو الگ الگ بلا کر اس سے دریافت کیا کہ وہ اپنے آپ کو جماعت کے کس طبقہ کے لیے پیش کرتا ہے۔ پھر جب ارکان جماعت کی طبقہ وار فہرست مکمل ہوگئی تو مودودی صاحب تقریر کے لیے اٹھے اور حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا کہ:-

ایک نصب العین پر اجتماع اور جماعتی زندگی لازم و ملزوم ہیں۔
جو لوگ ایک ہی عقیدہ ایک ہی نصب العین اور ایک ہی مسلک رکھتے ہوں اُن کے لیے ایک جماعت بن جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں، اور اُن کا ایک جماعت بن جانا بالکل ایک فطری امر ہے۔ وحدت کلمہ کا لازمی نتیجہ اتحاد و اجتماع ہے، اور افتراق صرف اس جگہ ہوتا ہے جہاں کلمہ متفرق ہو۔ وحدت کلمہ کے باوجود نفسانیت کی بنا پر جو تفرقہ رونما ہوتا ہے اس کی وجہ بھی دراصل یہ ہوتی ہے کہ نفسانیت خود ایک کلمہ ہے جو کلمۂ اسلام کی ضد واقع ہوا ہے اور جو اس کلمہ کا معتقد ثابت ہوتا ہے وہ باقی تمام امور میں دوسروں سے متفق ہونے کے باوجود اپنا راستہ الگ بناتا ہے۔ پس جب آپ نے کل شہادت ادا کی کہ آپ سب ایک ہی عقیدہ، ایک ہی نصب العین، اور ایک ہی راہ عمل رکھتے ہیں یعنی آپ کا کلمہ واحد ہے تو آپ خود بخود ایک جماعت بن گئے، اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ مجھ میں یا آپ میں سے کسی میں وہ نفسانیت ہو جو غیر سبیل المومنین کے اتباع پر کسی کو آمادہ کرے۔ اب کہ آپ کی جماعتی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے "تنظیم جماعت کی راہ میں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے آپ کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اسلام میں جماعتی زندگی کے قواعد کیا ہیں۔ میں اس سلسلہ میں چند اہم باتیں بیان کروں گا۔

اسلام میں جماعتی زندگی کے قواعد۔

پہلی چیز یہ ہے کہ جماعت کے ہر فرد کو نظام جماعت کا بحیثیت مجموعی

اور جماعت کے افراد کا فرداً فرداً سچے دل سے خیر خواہ ہونا چاہیئے، جماعت کی بدخواہی، یا افراد جماعت سے کینہ، بغض، حسد، بدگمانی اور ایذا رسانی وہ بدترین جرائم ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے ایمان کے منافی قرار دیا ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ آپ کی اس جماعت کی حیثیت دنیوی پارٹیوں کی سی نہیں ہے جن کا تکیہ کلام یہ ہوتا ہے کہ "میری پارٹی، خواہ حق پر ہو، یا ناحق پر" نہیں، آپ کو جس رشتہ نے ایک دوسرے سے جوڑا ہے وہ دراصل اللہ پر ایمان کا رشتہ ہے، اور اللہ پر ایمان کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ آپ کی دوستی اور دشمنی، محبت اور نفرت جو کچھ بھی ہو اللہ کے لیے ہو۔ آپ کو اللہ کی فرمانبرداری میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہے نہ کہ اللہ کی نافرمانی میں۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ اللہ کی طرف سے جماعت کی خیر خواہی کا جو فرض آپ پر عاید ہوتا ہے اس کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ بیرونی حملوں سے آپ اس کی حفاظت کریں، بلکہ یہ بھی ہیں کہ ان اندرونی امراض سے بھی اس کی حفاظت کے لیے ہر وقت مستعد رہیں جو نظامِ جماعت کو خراب کرنے والے ہیں۔

جماعت کی سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو راہ راست سے نہ ہٹنے دیا جائے، اس میں غلط مقاصد اور غلط خیالات اور غلط طریقوں کے پھیلنے کو روکا جائے، اس میں نفسانی دھڑے بندیاں نہ پیدا ہونے دی جائیں، اس میں کسی کا استبداد نہ چلنے دیا جائے، اس میں کسی دنیوی

غرض یا کسی شخصیت کو بُت نہ بننے دیا جائے ، اور اس کے دستور کو بگڑنے سے بچایا جائے ۔ اسی طرح اپنے رفقاءِ جماعت کی خیر خواہی کا جو فرض آپ میں سے ہر شخص پر عاید ہوتا ہے اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ آپ اپنی جماعت کے آدمیوں کی بے جا حمایت کریں اور ان کی غلطیوں میں ان کا ساتھ دیں ، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ معروف میں ان کے ساتھ تعاون کریں ، اور منکر میں صرف عدمِ تعاون ہی پر اکتفا نہ کریں ، عملاً ان کی اصلاح کی بھی کوشش کریں ۔ ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی جو کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ جہاں اس کو راہِ راست سے بھٹکتے ہوئے دیکھے وہاں اُسے سیدھا راستہ دکھائے اور جب وہ اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہو تو اس کا ہاتھ پکڑ لے ۔ البتہ آپس کی اصلاح میں یہ ضرور پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ نصیحت میں عیب چینی اور خردہ گیری اور تشدد کا طریقہ نہ ہو بلکہ دوستانہ دردمندی و اخلاص کا طریقہ ہو ۔ جس کی آپ اصلاح کرنا چاہتے ہیں اس کو آپ کے طرزِ عمل سے یہ محسوس ہونا چاہیئے کہ اس اخلاقی بیماری سے آپ کا دل دُکھتا ہے ، نہ کہ اس کو اپنے سے فروتر دیکھ کر آپ کا نفسِ متکبر لذت لے رہا ہے ۔

تیسری بات جس کی طرف میں ابھی اشارہ کر چکا ہوں ، مگر جس کی اہمیت اس کی متقاضی ہے کہ اسے واضح طور پر بیان کیا جائے یہ ہے کہ جماعت کے اندر جماعت بنانے کی کوشش کبھی نہ ہونی چاہیئے ۔ سازشیں ، جتھہ بندیاں ، نجویٰ ، (Canvassing) عہدوں کی امیدواری ، حمیتِ جاہلیہ اور نفسانی

رقابتیں، یہ وہ چیزیں ہیں جو ویسے بھی جماعتوں کی زندگی کے لیے سخت خطرناک ہوتی ہیں، مگر اسلامی جماعت کے مزاج سے تو ان چیزوں کو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ اسی طرح غیبت اور تنابز بالالقاب اور بدظنی بھی جماعتی زندگی کے لیے سخت مہلک بیماریاں ہیں جن سے بچنے کی ہم سب کو کوشش کرنی چاہیئے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ باہمی مشاورت جماعتی زندگی کی جان ہے، اس کو کبھی نظرانداز نہ کرنا چاہیئے۔ جس شخص کے سپرد کسی جماعتی کام کی ذمہ داری ہو اس کے لیے لازم ہے کہ اپنے کاموں میں دوسرے رفقاء سے مشورہ لے، اور جس سے مشورہ لیا جائے اُس کا فرض ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ اپنی حقیقی رائے کا صاف صاف اظہار کرے۔ جو شخص اجتماعی مشاورت میں اپنی صوابدید کے مطابق رائے دینے سے پرہیز کرتا ہے وہ جماعت پر ظلم کرتا ہے اور جو کسی مصلحت سے اپنی صوابدید کے خلاف رائے دیتا ہے وہ جماعت کے ساتھ غدر کرتا ہے، اور جو مشاورت کے موقع پر اپنی رائے چھپاتا ہے اور بعد میں جب اس کے منشاء کے خلاف کوئی بات طے ہو جاتی ہے تو جماعت میں بددلی پھیلانے کی کوشش کرتا ہے وہ بدترین خیانت کا مجرم ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جماعتی مشورے میں کسی شخص کو اپنی رائے پر اتنا مصر نہ ہونا چاہیئے کہ یا تو اس کی بات مانی جائے ورنہ جماعت سے تعاون نہ کرے گا یا اجماع کے خلاف عمل کرے گا۔ بعض نادان لوگ بربنائے جہالت اس کو حق پرستی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ صریح اسلامی احکام اور صحابہ کرام رضہ کے

متفقہ تعامل کے خلاف ہے۔ خواہ کوئی مسئلہ کتاب و سنت کی تعبیر اور نصوص سے کسی حکم کے استنباط سے تعلق رکھتا ہو یا دنیوی تدابیر سے متعلق ہو، دونوں صورتوں میں صحابۂ کرام رضہ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب تک مسئلہ زیرِ بحث ہوتا، اُس میں ہر شخص اپنے علم اور اپنی صوابدید کے مطابق پوری صفائی سے اظہار خیال کرتا اور اپنی تائید میں دلائل پیش کرتا تھا، مگر جب کسی شخص کی رائے کے خلاف فیصلہ ہو جاتا تو وہ یا تو اپنی رائے واپس لے لیتا تھا، یا اپنی رائے کو درست سمجھنے کے باوجود فراخ دلی کے ساتھ جماعت کا ساتھ دیتا تھا جماعتی زندگی کے لیے یہ طریقہ ناگزیر ہے ورنہ ظاہر ہے کہ جہاں ایک شخص اپنی رائے پر اس قدر مصر ہو کہ جماعتی فیصلوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے، وہاں آخر کار پورا نظام جماعت درہم برہم ہو کر رہے گا۔

آخری چیز جو جماعتی زندگی کے لیے اہم ترین ہے وہ یہ ہے کہ "اسلام بغیر جماعت کے نہیں ہے، اور جماعت بغیر امارت کے نہیں ہے" اس قاعدہ کلیہ کے بموجب آپ کے لیے ضروری ہے کہ جماعت بننے کے ساتھ ہی آپ اپنے لیے ایک امیر منتخب کر لیں امیر کے انتخاب میں آپ کو جو امور ملحوظ رکھنے چاہئیں وہ یہ ہیں کہ کوئی شخص جو امارت کا امیدوار ہو، اُسے ہرگز منتخب نہ کیا جائے۔ کیونکہ جس شخص میں اس کارِ عظیم کی ذمہ داری کا احساس ہوگا وہ کبھی اس بار کو اُٹھانے کی خود خواہش نہ کرے گا، اور جو اس کی خواہش کرے گا وہ دراصل نفوذ و اقتدار کا خواہش مند ہوگا نہ کہ ذمہ داری سنبھالنے کا۔ اس لیے اللہ کی طرف سے اس کی نصرت و تائید کبھی نہ ہو

گی۔ انتخاب کے سلسلہ میں لوگ ایک دوسرے سے نیک نیتی کے ساتھ تبادلۂ خیالات کر سکتے ہیں، مگر کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف بخوئی اور سعی نہ ہونی چاہیئے۔ شخصی حمایت و موافقت کے جذبات کو دل سے نکال کر بے لاگ طریقہ سے دیکھئے کہ آپ کی جماعت میں کون ایسا شخص ہے جس کے تقویٰ، علم کتاب و سنت، دینی بصیرت، تدبر، معاملہ فہمی اور راہِ خدا میں ثبات و استقامت پر آپ سب سے زیادہ اعتماد کر سکتے ہیں۔ پھر جو بھی ایسا نظر آئے، اللہ پر توکل کر کے اُسے منتخب کر لیجئے۔ اور جب آپ اُسے منتخب کر لیں تو اس کی خیر خواہی، اس کے ساتھ مخلصانہ تعاون، معروف میں اس کی اطاعت، اور منکر میں اس کی اصلاح کی کوشش آپ کا فرض ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسلامی جماعت میں امیر کی وہ حیثیت نہیں ہے جو مغربی جمہوریتوں میں صدر کی ہوتی ہے۔ مغربی جمہوریتوں میں جو شخص صدر منتخب کیا جاتا ہے اُس میں تمام صفات تلاش کی جاتی ہیں مگر کوئی صفت اگر نہیں تلاش کی جاتی تو وہ دیانت اور خوفِ خدا کی صفت ہے۔ بلکہ وہاں کا طریقِ انتخاب ہی ایسا ہے کہ جو شخص ان میں سب سے زیادہ عیار اور سب سے بڑھ کر جوڑ توڑ کے فن میں ماہر اور جائز و ناجائز ہر قسم کی تدابیر سے کام لینے میں طاق ہوتا ہے وہی برسرِ اقتدار آتا ہے۔ اس لیے فطری بات ہے کہ وہ لوگ خود اپنے منتخب کردہ صدر پر اعتماد نہیں کر سکتے وہ ہمیشہ اس کی بے ایمانی سے غیر مامون رہتے ہیں، اور اپنے دستور میں طرح طرح کی پابندیاں اور رکاوٹیں عائد کر دیتے ہیں تاکہ

وہ حد سے زیادہ اقتدار حاصل کر کے مستبد فرمانروا نہ بن جائے۔ مگر اسلامی جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے صاحبِ امر کے انتخاب میں تقویٰ اور دیانت ہی کو تلاش کرتی ہے، اور اس بناء پر وہ اپنے معاملات پورے اعتماد کے ساتھ اس کے سپرد کرتی ہے۔ لہٰذا مغربی طرز کی جمہوری جماعتوں کی تقلید کرتے ہوئے اپنے دستور میں اپنے امیر پر وہ پابندیاں عائد کرنے کی کوشش نہ کیجئے جو عموماً وہاں صدر پر عائد کی جاتی ہیں۔ اگر آپ کسی کو خدا ترس اور متدین پا کر اُسے امیر بناتے ہیں تو اس پر اعتماد کیجئے۔ اور اگر آپ کے نزدیک کسی کی خدا ترسی و دیانت اس قدر مشتبہ ہو کہ آپ اُس پر اعتماد نہیں کر سکتے تو اس کو سرے سے منتخب ہی نہ کیجئے۔

اِنتخاب امیر

اس تقریر کے بعد انتخاب امیر کے مسئلہ پر مذاکرہ شروع ہوا۔ دورانِ گفتگو میں تین مختلف نظریئے پیش کیے گئے جن پر دوپہر تک بحث ہوتی رہی اور کسی متفقہ فیصلے پر ختم نہ ہو سکی۔

ایک گروہ کا خیال یہ تھا کہ سرِدست عارضی طور پر کسی معین مدت کے لیے امیر کا انتخاب کیا جائے۔ کیونکہ اوّل تو ابھی ہماری جماعت میں اس قدر کم آدمی ہیں کہ انتخاب کی کچھ زیادہ گنجائش ہی نہیں ہے، اگر اس وقت ہم اپنی قلیل جماعت میں سے کسی اہل تر کا مستقل انتخاب کر لیں گے تو بعد میں جب جماعت بڑھے گی اور اہل ترین آدمی آئیں گے اُس وقت

مشکل پیش آئے گی۔ دوسرے یہ مٹھی بھر جماعت اگر اس وقت اپنا مستقل امیر منتخب کر لے تو باہر جو بہت سے لوگ ہمارے نظریہ اور مقصد سے متفق ہیں ان کو جماعت کے اندر آنے میں اس بنا پر تامل ہو گا کہ اس جماعت میں داخل ہونے کے ساتھ انہیں خود بخود اس امیر کو بھی تسلیم کر لینا پڑے گا۔ جس کے انتخاب میں ان کی رائے کا دخل نہ تھا۔ اس طرح ہمارا انتخاب امیر آگے چل کر توسیع جماعت کی راہ میں ایک زبردست رکاوٹ بن جائے گا، اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک بڑی جماعت بننے کے بجائے الگ الگ جماعتیں بننے لگیں گی اور بہت سی امارتوں کے جھنڈے بلند ہوں گے۔

دوسرے گروہ کا خیال تھا کہ اس وقت سرے سے امیر منتخب ہی نہ کیا جائے بلکہ چند آدمیوں کی ایک مجلس کو انتظام اور رہنمائی کے اختیارات دے دیئے جائیں اور اس مجلس کے لیے ایک صدر منتخب کر لیا جائے۔ اس گروہ کے شبہات بھی مذکورہ بالا نوعیت کے تھے، اور مزید براں ان کا کہنا یہ بھی تھا کہ ابھی کوئی مرد کامل ایسا نظر نہیں آتا جو انبیاء کی جانشینی کے قابل ہو۔

تیسرے گروہ کا خیال یہ تھا کہ جماعت بلا امیر تو بالکل ہی بے اصل چیز ہے، رہا مدت معینہ کے لیے انتخاب تو وہ ایک غیر اسلامی طریقہ ہے جس کا کوئی نشان ہم کو کتاب وسنت میں نہیں ملتا۔ علاوہ بریں یہ بات حکمت کے خلاف ہے کہ ایک طرف تو ہم وہ انتہائی انقلابی نظریہ لے کر اٹھ رہے ہیں جو تمام دنیا کی شیطانی قوتوں کے لیے اعلانِ جنگ کا ہم معنی ہے اور

دوسری طرف ہم خود ہی اپنی جماعت کے نظام کو اتنا سست اور ڈھیلا رکھیں کہ وہ کسی بڑی جدوجہد میں ثابت وقائم نہ رہ سکتا ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ امارت کے بغیر، یا عارضی امارت کی بنیاد پر جو نظام جماعت بنایا جائے گا وہ ہرگز پختہ نہ ہوگا۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ امیر کا انتخاب اسی وقت کیا جائے اور بلا تعین مدت کیا جائے۔

کئی گھنٹہ کی بحث کے بعد بھی جب اس مسئلہ میں اتفاق رائے حاصل نہ ہو سکا تو بالآخر ظہر کے قریب یہ طے ہوا کہ اس مسئلہ کو سات آدمیوں کی ایک مجلس کے سپرد کر دیا جائے اور جو کچھ وہ مجلس طے کرے اسے سب قبول کریں۔ چنانچہ تینوں گروہوں نے بالاتفاق حسب ذیل اصحاب کو منتخب کیا۔

۱۔ محمد منظور صاحب نعمانی مدیر "الفرقان" بریلی۔

۲:۔ سیّد صبغۃ اللہ صاحب بختیاری، دارالارشاد، رائے چوٹی، کڑپہ، مدراس۔

۳:۔ سیّد محمد جعفر صاحب پھلواروی۔

۴:۔ نذیر الحق صاحب میرٹھی۔

۵:۔ مستری محمد صدیق صاحب، سلطان پور لودی۔

۶:۔ ڈاکٹر سیّد نذیر علی صاحب زیدی، الہ آباد۔

۷:۔ محمد ابن علی صاحب علوی کاکوروی، لکھنؤ۔

اس مجلس نے خوب غور و خوض اور بحث و تمحیص کے بعد بالاتفاق وہ تجویز مرتب کی جو لفظ بلفظ دستور جماعت کی دفعہ دہم میں پائی جاتی ہے۔

اس تجویز کا تجزیہ کرنے سے حسب ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ گروہ اول کی اس رائے کو رد کر دیا گیا کہ امیر کا انتخاب عارضی ہو۔

۲۔ گروہ دوم کی بھی یہ رائے قبول نہیں کی گئی کہ امیر کا انتخاب نہ کیا جائے، اور صرف انتظامی اغراض کے لیے ایک مجلس بنا دی جائے۔

۳۔ گروہ سوم کی اس رائے سے اتفاق کیا گیا کہ علم کتاب و سنت اور حکمت عملی دونوں کا اقتضاء یہی ہے کہ جماعت بلا امیر نہ رہے اور امیر کا انتخاب کسی مدت کے ساتھ مقید نہ ہو۔

۴۔ گروہ اول کے تمام اعتراضات کو ان دو فقروں سے رفع کر دیا گیا۔

"امیر کی خدا ترسی و احساس ذمہ داری سے یہ توقع کی جائے گی کہ اپنے سے زیادہ اہل آدمی کے آجانے پر وہ خود اس کے لیے جگہ خالی کر دے گا۔ نیز ایسی صورت میں جب کہ جماعت اپنے نصب العین کے مفاد کے لیے ضرورت محسوس کرے، وہ امیر کو معزول کرنے کی بھی مجاز ہو گی۔"

۵۔ گروہ دوم کے اعتراض کو اس فقرہ سے رفع کیا گیا۔

"جماعت کی نظر میں انتخاب کے وقت جو شخص بھی مذکورہ اوصاف (تقویٰ، علم دین میں بصیرت، اصابت رائے اور عزم و حزم) کے لحاظ سے اہل تر ہو گا اس کو وہ اس منصب کے لیے منتخب کرے گی۔"

۴ بجے شام کو جب دوبارہ اجتماع عام ہوا تو محمد منظور صاحب نعمانی نے مجلس منتخبہ کی جانب سے اس تجویز کو پڑھ کر سنایا اور مختصراً اس کی تشریح کی۔ جماعت نے بالاتفاق اسے قبول کر لیا اور طے کیا کہ یہ پوری تجویز دفعہ ۱۴

کی حیثیت سے دستور میں بڑھادی جائے۔ اس کے بعد بہ اتفاق کل لوگوں نے سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کو اپنا امیر منتخب کیا۔ بیعت کا رسمی طریقہ اختیار نہیں کیا گیا بلکہ پوری جماعت نے ایک ساتھ یہ عہد کیا کہ مذکورۂ بالا تصریحات کے تحت وہ امیر کی اطاعت اور اس کے حکم کی پابندی کریں گے۔ اس "بیعت عام" کی ادائیگی پہ پھر وہی کیفیت طاری ہوئی جو ایک روز قبل تجدید ایمان کے موقع پر طاری ہو چکی تھی۔ لوگ پھر خدا کے حضور میں روتے اور گڑگڑاتے اور التجا کی کہ وہ اس جماعت کو اس کے نصب العین کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امیر جماعت کی اختتامی تقریر

آخر میں امیر جماعت نے کھڑے ہو کر مختصر تقریر کی جس میں کہا کہ میں آپ کے درمیان نہ سب سے زیادہ علم رکھنے والا تھا، نہ سب سے زیادہ متقی، نہ کسی اور خصوصیت میں مجھے فضیلت حاصل تھی۔ بہر حال جب آپ نے مجھ پر اعتماد کر کے اس کارِ عظیم کا بار میرے اوپر رکھ دیا ہے تو میں اب اللہ سے دعا کرتا ہوں اور آپ لوگ بھی دعا کریں کہ مجھے اس بار کو سنبھالنے کی قوت عطا فرمائے اور آپ کے اس اعتماد کو مایوسی میں تبدیل نہ ہونے دے، میں اپنی حد وسع تک انتہائی کوشش کروں گا کہ اس کام کو پوری خدا ترسی اور پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ چلاؤں۔ میں قصداً اپنے فرض کی انجام دہی میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ میں اپنے علم کی حد تک کتاب اللہ و سنت رسول اللہ

اور خلفاء راشدین کے نقشِ قدم کی پیروی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا۔ تاہم اگر مجھ سے کوئی لغزش ہو اور آپ میں سے کوئی محسوس کرے کہ میں راہ راست سے ہٹ گیا ہوں تو مجھ پر یہ بدگمانی نہ کرے کہ میں عمداً ایسا کر رہا ہوں، بلکہ حسن ظن سے کام لے اور نصیحت سے مجھے سیدھا کرنے کی کوشش کرے۔

امیر پر جماعت کا حق۔

آپ کا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں اپنے آرام و آسائش اور اپنے ذاتی فائدوں پر جماعت کے مفاد اور اس کے کام کی ذمہ داریوں کو ترجیح دوں، جماعت کے نظم کی حفاظت کروں، ارکان جماعت کے درمیان عدل اور دیانت کے ساتھ حکم کروں، جماعت کی طرف سے جو امانتیں میرے سپرد ہوں ان کی حفاظت کروں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے دل و دماغ اور جسم کی تمام طاقتوں کو اس مقصد کی خدمت میں صرف کر دوں جس کے لیے آپ کی جماعت اٹھی ہے۔

جماعت پر امیر کا حق۔

میرا آپ پر یہ حق ہے کہ جب تک میں راہ راست پر چلوں آپ اس میں میرا ساتھ دیں، میرے حکم کی اطاعت کریں، نیک مشوروں سے اور امکانی امداد و اعانت سے میری تائید کریں اور جماعت کے نظم کو بگاڑنے والے طریقوں سے پرہیز کریں۔ مجھے اس تحریک کی عظمت اور خود اپنے نقائص کا پورا احساس ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ وہ تحریک ہے جس کی قیادت اولوالعزم پیغمبروں نے کی ہے، اور زمانۂ نبوت گذر جانے کے بعد وہ غیر معمولی انسان

اس کو لے کر اٹھتے رہے ہیں جو نسلِ انسانی کے گلِ سرسبد تھے۔ مجھے ایک لمحہ کے
لیے اپنے بارے میں یہ غلط فہمی نہیں ہوئی کہ میں اس عظیم الشان تحریک کی
قیادت کا اہل ہوں۔ بلکہ میں تو اس کو ایک بدقسمتی سمجھتا ہوں کہ اس وقت
اس کارِ عظیم کے لیے آپ کو مجھ سے بہتر کوئی آدمی نہ ملا۔ میں آپ کو یقین دلاتا
ہوں کہ اپنے فرائض امارت کی انجام دہی کے ساتھ میں برابر تلاش میں رہوں
گا کہ کوئی اہل تر آدمی اس کا بار اٹھانے کے لیے مل جائے اور جب میں ایسے
آدمی کو پاؤں گا تو خود سب سے پہلے اُس کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ نیز میں
ہمیشہ ہر اجتماعِ عام کے موقع پر جماعت سے بھی درخواست کرتا رہوں گا کہ اگر
اب اس نے کوئی مجھ سے بہتر آدمی پا لیا ہے تو وہ اُسے اپنا امیر منتخب کرے،
اور میں اس منصب سے بخوشی دست بردار ہو جاؤں گا۔ بہرحال میں انشاءاللہ
اپنی ذات کو کبھی خدا کے راستے میں سدِّ راہ نہ بننے دوں گا اور کسی کو یہ کہنے
کا موقع نہ دوں گا کہ ایک ناقص آدمی اس جماعت کی رہنمائی کر رہا ہے اس لیے
ہم اس میں داخل نہیں ہو سکتے۔ نہیں، میں کہتا ہوں کہ کامل آئے اور یہ مقام
جو آپ نے میرے سپرد کیا ہے ہر وقت اس کے لیے خالی ہو سکتا ہے۔ البتہ
میں اس کے لیے تیار نہیں ہوں کہ اگر کوئی دوسرا اس کام کو چلانے کے
لیے نہ اٹھے تو میں بھی نہ اٹھوں۔ میرے لیے تو یہ تحریک عین مقصدِ زندگی
ہے۔ میرا مرنا اور جینا اس کے لیے ہے۔ کوئی اس پر چلنے کے لیے تیار ہو یا نہ
ہو بہرحال مجھے تو اسی راہ پر چلنا اور اسی راہ میں جان دینا ہے۔ کوئی آگے نہ
بڑھے گا تو میں بڑھوں گا۔ کوئی ساتھ نہ دے گا تو میں اکیلا چلوں گا۔ ساری دنیا

متحد ہو کر مخالفت کرے گی تو مجھے تن تنہا اُس سے لڑنے میں بھی باک نہیں ہے۔

فقہی اور کلامی مسائل میں جماعت کا مسلک

آخر میں ایک بات کی اور توضیح کر دینا چاہتا ہوں۔ فقہ اور کلام کے مسائل میں میرا ایک خاص مسلک ہے جس کو میں نے اپنی ذاتی تحقیق کی بنا پر اختیار کیا ہے، اور پچھلے آٹھ سال کے دوران میں جو اصحاب "ترجمان القرآن" کا مطالعہ کرتے رہے ہیں وہ اس کو جانتے ہیں۔ اب کہ میری حیثیت اس جماعت کے امیر کی ہو گئی، میرے لیے یہ بات صاف کر دینی ضروری ہے کہ فقہ و کلام کے مسائل میں جو کچھ میں نے پہلے لکھا ہے اور جو کچھ آئندہ لکھوں گا یا کہوں گا اس کی حیثیت امیر جماعت اسلامی کے فیصلہ کی نہ ہو گی بلکہ میری ذاتی رائے کی ہو گی۔ میں نہ تو یہ چاہتا ہوں کہ ان مسائل میں اپنی رائے کو جماعت کے دوسرے اہل علم و تحقیق پر مسلط کروں، اور نہ اسی کو پسند کرتا ہوں کہ جماعت کی طرف سے مجھ پر ایسی کوئی پابندی عاید ہو کہ مجھ سے علمی تحقیق اور اظہار رائے کی آزادی سلب ہو جائے۔ ارکان جماعت کو میں خداوند برتر کا واسطہ دے کر ہدایت کرتا ہوں کہ کوئی شخص فقہی و کلامی مسائل میں میرے اقوال کو دوسروں کے سامنے حجت کے طور پر پیش نہ کرے۔ اسی طرح میرے ذاتی عمل کو بھی جسے میں نے اپنی تحقیق کی بنا پر جائز سمجھ کر اختیار کیا ہے، نہ تو دوسرے لوگ حجت بنائیں اور نہ بلا تحقیق محض میرا عمل ہونے کی حیثیت سے اس کا اتباع کریں۔ ان معاملات میں ہر شخص کے لیے آزادی ہے۔ جو لوگ علم رکھتے ہوں وہ اپنی تحقیق پر، اور جو علم نہ رکھتے ہوں وہ جس

کے علم پر اعتماد رکھتے ہوں اس کی تحقیق پر عمل کریں۔ نیز ان معاملات میں مجھ سے اختلاف رائے رکھنے اور اپنی رائے کا اظہار کرنے میں بھی سب آزاد ہیں۔ ہم سب جزئیات و فروع میں اختلاف رائے رکھتے ہوئے اور ایک دوسرے کے بالمقابل بحث و استدلال کرتے ہوئے بھی ایک جماعت بن کر رہ سکتے ہیں جس طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رہتے تھے۔"

روداد مجلس شوریٰ۔ ۴ شعبان ۱۳۶۰ھ

۴ شعبان:۔ گذشتہ شام کو امیر جماعت نے اصحابِ شوریٰ کا انتخاب کر لیا تھا۔ آج صبح آٹھ بجے شوریٰ کا پہلا اجلاس ہوا اور تحریک کے مستقبل اور جماعت کے لائحۂ عمل پر سوچ بچار کیا گیا۔ کافی غور و خوض اور بحث و مذاکرہ کے بعد جو کچھ طے ہوا وہ حسبِ ذیل ہے:۔

تقسیم کار

فی الحال جماعت کے کام کو حسبِ ذیل شعبوں میں تقسیم کیا گیا:۔

(۱) شعبہ علمی و تعلیمی۔

اس شعبہ کا کام یہ ہو گا کہ:۔

اسلام کے نظامِ فکر اور نظامِ حیات کا اس کے مختلف فلسفیانہ اور عملی اور تاریخی پہلوؤں میں گہرا تفصیلی مطالعہ کرے، دنیا کے دوسرے نظامات فکر و عمل پر بھی وسیع تنقیدی و تحقیقی نظر ڈالے، اور اپنے نتائج

تحقیق کو ایک ایسے زبردست لٹریچر کی شکل میں پیش کرے جو نہ صرف اسلامی
اصول پر ذہنی و فکری انقلاب برپا کرنے والا ہو، بلکہ نظام اسلامی کے بالفعل
قائم ہونے کے لیے بھی زمین تیار کر سکے۔

ایک ایسا نظریہ تعلیمی اور نظام تعلیم مرتب کرے جو اسلام کے مزاج
سے ٹھیک ٹھیک مناسبت رکھتا ہو اور دنیا میں اسلامی انقلاب برپا کرنے
کے لیے بنیاد کا کام دے سکے۔ اس سلسلہ میں دنیا کے رائج الوقت تعلیمی
نظریات اور نظامات کا بھی تنقیدی و تحقیقی مطالعہ کرنا ہو گا۔

اپنے نظریۂ تعلیمی کے مطابق نصاب اور معلمین تیار کرے اور بالآخر
ایک درس گاہ قائم کر کے آئندہ نسل کی ذہنی و اخلاقی تربیت کا کام شروع
کر دے۔

ایک ایسی تربیت گاہ قائم کرے جو دنیا میں اسلامی انقلاب برپا
کرنے کے لیے بہترین کارکن تیار کرے۔ تین سال قبل ادارہ دارالاسلام
کے نام سے جو ادارہ قائم کیا گیا تھا وہ جماعت اسلامی کے اس شعبہ میں ضم
کر دیا گیا۔ سردست یہ شعبہ مرکز میں امیر جماعت کی براہ راست نگرانی میں
رہے گا۔ بعد میں اگر ممکن ہوا تو اس کی شاخیں باہر بھی مختلف ایسے مقامات
میں قائم کر دی جائیں گی جہاں ایسے ایک شعبہ کی رہنمائی کے لیے مناسب
اشخاص موجود ہوں گے۔

جماعت کے تمام کارکنوں، اور خصوصاً مقامی جماعتوں کے امرا کا
فرض ہو گا کہ جہاں جہاں اس شعبہ میں کام کرنے کی اہلیت رکھنے والے لوگ

ملیں ان کے متعلق ضروری معلومات امیر جماعت کو بہم پہنچائیں ۔ نیز مقامی جماعتوں
کو اس طرف بھی توجہ کرنی ہو گی کہ اپنے حلقہ سے جس شخص یا اشخاص کو وہ شعبہ
علمی کے لیے مرکز میں بھیجیں، ان کی ضروریاتِ زندگی کی کفالت کا انتظام
مقامی طور پر کرنے کی کوشش کریں ۔ علاوہ بریں مقامی جماعتیں اس شعبہ
کے کام میں اس طرح بھی مدد کر سکتی ہیں کہ اس کے کتب خانہ کے لیے ہر
علم و فن کی معیاری کتابیں حاصل کرنے کی کوشش کریں ۔

(۲) شعبہ نشر و اشاعت ۔

شعبہ علمی و تعلیمی سے جو لٹریچر تیار کیا جائے اس کو پھیلانے کا کام اس
شعبہ کے سپرد ہو گا ۔ اس کا فرض ہو گا کہ جماعت کے لٹریچر کو جہاں تک ممکن
ہو خدا کے بندوں تک پہنچانے کی کوشش کرے ۔ اس شعبہ کے لیے ایسے
کارکنوں کی ضرورت ہے جو نشر و اشاعت کے کام میں مہارت رکھتے ہوں ۔
نیز اس شعبہ کو ایسے آدمیوں کی بھی ضرورت ہے جو سفر کر کے مختلف مقامات
پر جائیں اور مختلف حلقوں میں زبانی تبلیغ بھی کریں اور اپنا لٹریچر بھی پھیلائیں ۔

سردست یہ شعبہ بھی مرکز میں امیر جماعت کے زیر نگرانی رہے گا ۔ بعد
میں کوشش کی جائے گی کہ باہر بھی مختلف مقامات پر ذمہ دار اصحاب کی
نگرانی میں نشر و اشاعت کے چھوٹے چھوٹے مرکز قائم کر دیئے جائیں جہاں
سے اخبار یا رسالے، پمفلٹوں اور کتابوں کی شکل میں جماعت کی نمائندگی
کرنے والا لٹریچر شائع ہو سکے ۔

ہر جگہ جماعت اسلامی کے ارکان کے لیے اور مقامی جماعتوں کے لیے

اس شعبہ کے ساتھ تعاون کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو لوگ طباعت کے کام، یا نشر و اشاعت کے طریقوں میں مہارت رکھتے ہوں، یا اچھے سفری مبلّغ بن سکتے ہوں، یا تجارتی پہلو میں اس شعبہ کو کامیاب بنانے کی قابلیت رکھتے ہوں وہ اپنی خدمات پیش کریں اور مقامی امراء اس قسم کی صلاحیتیں رکھنے والے اشخاص کی اطلاع ناظم شعبہ نشر و اشاعت کو دیں۔ دوسرے یہ کہ ہر جگہ مقامی جماعت ایک ریڈنگ روم اور بک ڈپو قائم کرے جس میں ادارہ کی مطبوعات جمع کی جائیں، جو لوگ پڑھنا چاہیں وہ ریڈنگ روم میں ان کا مطالعہ کریں اور جو خریدنا چاہیں وہ بک ڈپو سے خرید لیں۔

(۳) شعبۂ تنظیم جماعت۔

اس شعبہ کے فرائض حسب ذیل ہوں گے:۔

(۱) کارکنوں کو ہدایات دینا۔

(۲) جہاں مقامی جماعتیں بن گئی ہوں وہاں کے کام کی نگرانی کرنا، ان سے رپورٹیں طلب کرنا اور ان کو مشورے دینا۔

(۳) جہاں انفرادی شکل میں جماعت کے ارکان موجود ہوں وہاں مقامی جماعتیں بنانے کی کوشش کرنا۔

(۴) جو اشخاص یا ادارے یا جماعتیں عقیدہ اور نصب العین میں اس جماعت سے متفق ہوں ان سے ربط قائم کرنے کی سعی کرنا۔

(۵) تحریک کی رفتار کا جائزہ لیتے رہنا اور اس کو آگے بڑھانے کی

تدابیر عمل میں لانا۔

اس شعبہ کا صدر دفتر مرکز میں امیر جماعت کے ماتحت ہوگا۔ خارج میں اس کی چار شاخیں حسب ذیل حلقوں میں قائم کی گئی ہیں۔

(۱) میرٹھ، بریلی، آگرہ اور لکھنؤ ڈویژن کے لیے صدر مقام بریلی ہے جہاں محمد منظور صاحب نعمانی مدیر "الفرقان" نائب امیر کی حیثیت سے کام کریں گے۔

(۲) الہ آباد، بنارس، گورکھپور، فیض آباد ڈویژن اور صوبہ بہار کے لیے صدر مقام سرائے میر ضلع اعظم گڑھ ہے۔ جہاں امین احسن صاحب اصلاحی نائب امیر ہوں گے۔

(۳) صوبہ مدراس و دکن کے لیے صدر مقام عمر آباد، ضلع شمالی ارکاٹ ہے جہاں سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری نائب امیر ہوں گے۔

(۴) انبالہ و جالندھر ڈویژن کے لیے صدر مقام کپورتھلہ ہے جہاں سید محمد جعفر صاحب پھلواروی نائب امیر ہوں گے[1]۔

مذکورہ بالا حلقوں میں جماعت کے جو ارکان انفرادی طور پر رہتے ہوں، یا جو مقامی جماعتیں بنی ہوئی ہوں وہ جملہ معاملات میں اپنے اپنے حلقہ کے نائب امیر کی طرف رجوع کریں۔ اور ان حلقوں کے ماسوا دوسرے مقامات

---

[1] بعد میں ماسوا حلقہ جنوبی ہند باقی تمام حلقے توڑ دیئے گئے جیسا کہ روداد مجلس شوریٰ (شوال ۱۳۶۱ھ) سے ظاہر ہوگا۔

پر جو اشخاص یا جماعتیں ہوں وہ سر دست مرکزی دفتر سے تعلق رکھیں۔ بعد میں مزید حلقے قائم کرنے اور نائبین مقرر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(۴) شعبۂ مالیات۔

سابق میں ادارۂ دارالاسلام کے حسابات ۳۱ ر اگست ۱۹۴۱ء تک ختم کر کے جماعت اسلامی کی طرف منتقل کر دیئے گئے اور جماعت کا مرکزی بیت المال قائم کر دیا گیا جو براہ راست امیر جماعت کے ماتحت رہے گا۔ نیز ہر جگہ کی مقامی جماعتوں کے لیے طے کیا گیا کہ ہر جماعت اپنا مقامی بیت المال قائم کرے۔ مقامی ضروریات کو مقامی آمدنی سے پورا کرے، اپنے سہ ماہی حسابات اپنے حلقہ کے نائب امیر کو، یا کوئی حلقہ نہ ہونے کی صورت میں امیر جماعت کو بھیجتی رہے، اور جب مرکزی بیت المال کو مدد کی ضرورت ہو تو امیر کی طرف سے حکم آنے پر اپنی زیر تحویل رقوم بھیج دے۔

سر دست آمدنی کی سب سے بڑی مد ادارہ دارالاسلام کی مطبوعات ہیں اور ان کی کثرت اشاعت پر ہی جماعت کے کام کی ترقی موقوف ہے۔ اس مد کی تمام آمدنی مرکزی بیت المال میں آنی چاہیئے۔ دوسری مد زکوٰۃ ہے۔ تمام ارکان جماعت جو صاحبِ نصاب ہوں اپنی زکوٰۃ مقامی جماعت کے بیت المال میں داخل کریں یا مقامی جماعت موجود نہ ہو تو مرکز میں بھیجیں۔ تیسری مد رقوم اعانت ہیں۔ جماعت کے ذی استطاعت ارکان کا فرض ہے کہ زیادہ سے زیادہ جس قدر مالی ایثار کر سکتے ہوں کریں اور جماعت کو مالی حیثیت سے مضبوط بنائیں۔ رہے جماعت سے باہر

کے لوگ توان سے کوئی مدد طلب نہ کی جائے ، البتہ اگر وہ بخوشی اور بلا شرط خود کوئی مدد دینا چاہیں تو قبول کر لی جائے ، لیکن کوئی بڑی سے بڑی مالی اعانت بھی اس صورت میں قبول نہ کی جائے جب کہ یہ اندیشہ ہو کہ اس کے معاوضہ میں جماعت کی پالیسی پر اثر ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی موجودہ مالی پوزیشن بھی ظاہر کر دی جائے۔ ۱۹۳۸ء میں جب ادارہ دارالاسلام قائم کیا گیا تھا، تو مودودی صاحب موجودہ امیر جماعت نے اپنی تمام کتابیں (بااستثناء الجہاد فی الاسلام ورسالہ دینیات اردو و انگریزی) ادارہ کے لیے وقف کر دی تھیں۔ ۷ رجنوری ۱۹۳۹ء کو ۱۳۲ روپیے کے سرمایہ سے کام شروع کیا گیا۔ اس وقت سے ۳۱ راگست ۱۹۴۱ء تک آمد و خرچ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

آمدنی		خرچ	
ازمد فروخت کتب	۳۹۴۸-۱۵-۶	طباعت کتب	۳۲۰۰-۳-۶
ازمد زکوٰۃ	۱۳۰-۰-۰	خرچ ڈاک	۵۹۰-۴-۹
ازمد اعانت اہل خیر	۶۳۸-۱۲-۰	تنخواہ ملازمین	۴۸۰-۰-۰
میزان	۴۷۱۷-۱۱-۶	سفر خرچ	۱۳۵-۱۳-۳
ابتدائی سرمایہ	۱۳۲-۰-۰	مصارف دارالاقامہ	۱۲۵-۱-۰
		صرف ازمد زکوٰۃ	۶۳-۰-۰
جملہ	۴۸۴۹-۱۱-۶	متفرقات	۳۶-۱۱-۰

جملہ آمدنی	۴۸۴۹-۱۱-۶	اسٹیشنری	۶۷-۳-۶
جملہ خرچ	۴۷۷۴-۱۳-۶	مصارف اجتماع اول	۱۱۶-۸-۶
باقی	۷۴-۱۴-۰		۴۷۷۴-۱۳-۶

اس کے علاوہ ادارہ کی جو رقوم تاریخ مذکورہ تک مختلف تاجروں اور ایجنٹوں کے ذمہ واجب الادا تھیں ان کی مقدار ۱۳۵۶ روپیہ دو آنہ تھی، اور جو ذخیرہ کتب ادارہ کے دفتر میں ۳۱ اگست ۱۹۴۱ء کو موجود تھا اس کی قیمت کا تخمینہ ۲۰۱۴ روپیہ ہے۔

(۵) شعبۂ دعوت و تبلیغ۔

یہ شعبہ اس جماعت کا سب سے اہم شعبہ ہے اور در اصل کامیابی کا انحصار ہی اس شعبہ کی کارگزاری پر ہے۔ ہر شخص جو جماعت اسلامی کا رکن ہو، لازمی طور پر اس شعبہ کا رکن ہوگا۔ اس کو دائماً ایک مبلغ کی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ اس کے لیے لازم ہوگا کہ جہاں جس حلقہ میں بھی اس کی پہنچ ہو سکتی ہو، جماعت کے عقیدہ کو پھیلائے اس کے نصب العین کی طرف دعوت دے، اور جماعت کے نظام کی تشریح کرے۔ مگر تبلیغی مصالح کے لحاظ سے یہ ضروری معلوم ہوا کہ کام کرنے کے لیے آٹھ مختلف حلقے معین کر دیئے جائیں اور جماعت کا ہر کارکن اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے صرف انہی حلقوں میں تبلیغ کرے جن سے وہ زیادہ مناسبت رکھتا ہو۔ یہ حلقے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) کالجوں اور جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا حلقہ۔

(۲) علماء اور مدارس عربیہ کا حلقہ

(۳) صوفیہ اور مشائخ طریقت کا حلقہ

(۴) سیاسی جماعتوں کا حلقہ

(۵) شہری عوام کا حلقہ

(۶) دیہاتی عوام کا حلقہ

(۷) عورتوں کا حلقہ

(۸) غیر مسلموں کا حلقہ

ہر کارکن کو اپنے متعلق ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا چاہیئے کہ وہ ان میں سے کس حلقہ یا کن حلقوں میں تبلیغ کا اہل ہے۔ جن حلقوں میں کام کرنے کی اہلیت وہ اپنے اندر نہ محسوس کرتا ہو، یا تجربہ سے اس کو معلوم ہو جائے کہ وہ فلاں حلقوں میں ناکام رہے گا ان میں تبلیغ کرنے سے اس کو پرہیز کرنا چاہیئے تاکہ وہ لوگوں کو قریب لانے کے بجائے دور پھینک دینے کا موجب نہ بن جائے۔

تبلیغ کے سلسلہ میں جو مشکلات پیش آئیں ان میں رہنمائی کے لیے مقامی امراء یا نائبین، یا خود امیر جماعت سے رجوع کیا جائے۔

کارکنوں کو امیر جماعت کی ہدایات

مذکورہ بالا لائحۂ عمل طے ہونے کے بعد ۴ شعبان ہی کو پھر اجتماع عام منعقد ہوا جس میں امیر جماعت نے حاضرین کو اس لائحۂ عمل کی تفصیلات

سے آگاہ کیا اور پھر کام کرنے کے لیے حسب ذیل ہدایات دیں۔

(۱) مقامی جماعتوں کے قیام کا طریقہ۔

ہر وہ بستی جہاں دو آدمی ایسے موجود ہوں جو جماعت اسلامی میں داخل ہو چکے ہوں وہاں لازم ہے کہ مقامی جماعت بنا لی جائے اور دونوں میں سے ایک صالح تر آدمی مقامی امیر منتخب کیا جائے، اور امیر جماعت کو اطلاع دے کر اُس کے انتخاب کی منظوری حاصل کی جائے۔ علیٰ ہذا القیاس جہاں دو سے زیادہ آدمی شریک جماعت ہوں وہاں بھی بلا کسی نفسانیت کے کسی ایسے آدمی کو مقامی امارت کے لیے نامزد کیا جائے جو زیادہ نیک سیرت متبع شریعت، معاملہ فہم اور تحریک اسلامی کے مزاج کو سمجھنے والا ہو اور جس کو بستی کے لوگ بالعموم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔ مگر مقامی لوگوں کا کسی کو منتخب کر لینا مقامی امارت کے لیے کافی نہ ہو گا تاوقتیکہ امیر جماعت اس کے تقرر کی اجازت نہ دے۔

(۲) ماتحت امراء کا عزل و نصب۔

امیر جماعت اگر مصالح اجتماعی کے لحاظ سے کسی کو مقامی امارت یا کسی دوسرے منصب پر مقرر نہ کرے یا کسی کو معزول کر کے دوسرے کو مقرر کرے تو اس پر بُرا نہ ماننا چاہیئے۔ اس معاملہ میں اصل چیز نصب العین کی خدمت ہے نہ کہ شخصی اعزاز۔ جس شخص کو آپ نے اپنی جماعت کا امیر منتخب کیا ہے اس پر اعتماد کیجیے کہ وہ جماعت کی عظیم تر مصلحتوں کے لحاظ ہی سے عزل و نصب کرے گا۔

(۳) جماعت میں داخلے کا طریقہ۔

جماعت میں جب کوئی نیا شخص داخل ہو تو اسے پورا احساس ذمہ داری دلا کر از سرِ نو کلمہ شہادت ادا کرایا جائے۔ اس تجدید ایمان کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو شخص آج تجدید کر رہا ہے وہ اب تک کافر تھا۔ اور اب اسلام لا رہا ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جو عہد اس کے اور خدا کے درمیان پہلے سے موجود تھا آج وہ اسے تازہ اور خالص اور مضبوط کر رہا ہے۔ تجدید ایمان کے موقع پر یہ بات ہر نئے داخل ہونے والے رکن کے ذہن نشین کر دینی چاہیئے کہ یہ دراصل زندگی کے ایک نئے باب کا افتتاح ہے آج سے تمہاری ذمہ دارانہ زندگی کا آغاز ہو رہا ہے، آج سے تم ایک پابند نظام مومن کی حیثیت سے اپنی زندگی شروع کر رہے ہو، آج سے تمہاری زندگی ایک بامقصد زندگی بن رہی ہے اور تم خدا اور مومنوں کو گواہ بنا رہے ہو کہ تمہاری سعی و جہد اس مقصد کے لیے اس نظام کی پابندی میں صرف ہو گی۔

(۴) مطالعہ لٹریچر کی ضرورت اور اہمیت۔

جو شخص جماعت میں داخل ہو اُس کو تحریک اسلامی کے لٹریچر کا بیشتر حصہ پڑھوا دیا جائے، تاکہ وہ اس تحریک کے تمام پہلوؤں سے واقف ہو جائے اور تحریک کے ارکان میں ذہنی و عملی ہم آہنگی پیدا ہو سکے، اس معاملہ میں کسی کے متعلق یہ فرض نہ کر لیا جائے کہ وہ پہلے ہی سب کچھ سمجھتا ہو گا۔ اگر اس مفروضہ پر ایسے لوگوں کی بڑی تعداد جماعت میں داخل کر لی

گئی جو اس تحریک کے لٹریچر پر نظر نہ رکھتے ہوں تو اندیشہ ہے کہ جماعت کے ارکان متضاد باتیں اور متضاد حرکات کریں گے۔ جو لوگ تعلیم یافتہ نہ ہوں ان کو زبانی طور پر ضروری مطالب سمجھا دیئے جائیں اور تحریک کے مزاج کے مطابق ان کی ذہنیت تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس غرض کے لیے ہر مقامی جماعت میں کم از کم ایسے دو آدمیوں کا رہنا ضروری ہے جنہوں نے خوب گہری نظر سے ہمارے لٹریچر کا مطالعہ کیا ہو۔

(۵) مقامی کارکنوں میں تقسیم کار۔

مقامی امراء اپنے حلقہ کے ارکان جماعت کی صلاحیتوں کا فرداً فرداً جائزہ لیں اور جو شخص جس کام کا اہل ہو اُس کو وہی کام سپرد کریں اور برابر دیکھتے رہیں کہ وہ اپنے کارِ مفوضہ کو کس طرح انجام دیتا ہے اس معاملہ میں ہر رکن جماعت کو خود بھی اپنی قوتوں اور قابلیتوں کا بے لاگ تخمینہ (بلا انکسار اور بلا مبالغہ) کرنا چاہیئے اور اپنے سردار کو بتا دینا چاہیئے کہ وہ کیا کام کر سکتا ہے اور کیا نہیں کر سکتا۔

(۶) ہفتہ وار اجتماعات۔

ہر جگہ جہاں مقامی جماعت موجود ہو تمام ارکان جماعت کو جمعہ کے روز خواہ صبح یا شام یا بعد نماز جمعہ ایک جگہ جمع ہونا چاہیئے۔ اس اجتماع میں ہفتہ بھر کے کام کا جائزہ لیا جائے آئندہ کام کے لیے باہمی مشورہ سے تجاویز سوچی جائیں، بیت المال کے حسابات دیکھے جائیں، اور تحریک کے لٹریچر کے متعلق کوئی نئی چیز شائع ہوتی ہو تو اس کا مطالعہ کیا جائے۔

(۷) مطالعہ قرآن و سیرت النبیؐ۔

جماعت کے ارکان کو قرآن اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیر صحابہ سے خاص شغف ہونا چاہیئے۔ ان چیزوں کو بار بار زیادہ گہری نظر سے پڑھا جائے اور محض عقیدت کی پیاس بجھانے کے لیے نہیں بلکہ ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لیے پڑھا جائے۔ جہاں ایسا کوئی آدمی موجود ہو جو قرآن کا درس دینے کی اہلیت رکھتا ہو وہاں درس قرآن شروع کر دیا جائے۔

(۸) نفل عبادات کا التزام۔

اس تحریک کی جان دراصل تعلق باللہ ہے۔ اگر اللہ سے آپ کا تعلق کمزور ہو تو آپ حکومت الٰہیہ قائم کرنے اور کامیابی کے ساتھ چلانے کے اہل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا فرض عبادات کے ماسوا نفل عبادات کا بھی التزام کیجیئے۔ نفل نماز، نفل روزے، اور صدقات وہ چیزیں ہیں جو انسان میں خلوص پیدا کرتی ہیں، اور ان چیزوں کو زیادہ سے زیادہ اخفا کے ساتھ کرنا چاہیئے تاکہ ریا نہ پیدا ہو۔ نماز سمجھ کر پڑھیئے اس طرح نہیں کہ ایک یاد کی ہوئی چیز کو آپ زبان سے دہرا رہے ہیں، بلکہ اس طرح کہ آپ خود اللہ سے کچھ عرض کر رہے ہیں۔ نماز پڑھتے وقت اپنے نفس کا جائزہ لیجیے کہ جن باتوں کا اقرار آپ عالم الغیب کے سامنے کر رہے ہیں کہیں آپ کا عمل ان کے خلاف تو نہیں ہے اور آپ کا اقرار جھوٹا تو نہیں ہے۔ اس محاسبۂ نفس میں اپنی جو کوتاہیاں آپ کو محسوس ہوں ان پر استغفار کیجیئے، اور آئندہ ان خامیوں کو رفع کرنے کی کوشش کیجیئے۔ عبادات میں اس امر

کا خیال رکھیے کہ جس قدر عمل آپ دائماً پابندی سے کر سکتے ہوں بس اسی کا التزام کیا جائے۔ نیز یہ کہ ان تمام مجاہدوں اور ریاضتوں اور مشاغل و اوراد سے پرہیز کیا جائے جو احادیث صحیحہ سے ثابت نہ ہوں، اور احادیث کی صحت کے باب میں محدثین ہی سند ہو سکتے ہیں نہ کہ غیر محدثین، خواہ وہ بجائے خود کتنی ہی بڑی شخصیت کے بزرگ ہوں۔ زیادہ خطرناک بدعات وہ بُری چیزیں نہیں ہیں جن کی برائی کو سب جانتے ہیں بلکہ وہ بظاہر اچھی چیزیں ہیں جن کو اچھا سمجھ کر شریعت میں اضافہ کر لیا جاتا ہے۔

(۹) اپنی سیرت اور اخلاقی پاکیزگی کی فکر۔

جماعت کے ارکان کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ ایک بہت بڑا دعویٰ لے کر بہت بڑے کام کے لیے اُٹھ رہے ہیں۔ اگر ان کی سیرتیں ان کے دعویٰ کی نسبت سے اس قدر پست ہوں کہ نمایاں طور پر ان کی پستی محسوس ہوتی ہو تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے دعوے کو مضحکہ بنا کر رکھ دیں گے۔ اس لیے ہر شخص کو جو اس جماعت میں شامل ہو اپنی دہری ذمہ داری محسوس کرنی چاہیئے۔ خدا کے سامنے تو وہ بہرحال ذمہ دار ہے، مگر خلقِ خدا کے سامنے بھی اس کی ذمہ داری بہت سخت ہے۔ جس بستی میں بھی آپ موجود ہوں وہاں عام آبادی سے آپ کے اخلاق بلند تر ہونے چاہئیں بلکہ آپ کو بلندیٔ اخلاق، پاکیزگی سیرت اور دیانت و امانت میں ضرب المثل بن جانا چاہیئے۔ آپ کی ایک معمولی لغزش نہ صرف جماعت کے دامن پر بلکہ اسلام کے دامن پر دھبہ لائے گی اور بہت سے لوگوں کے لیے سبب گمراہی بن

جائے گی۔

(۱۰) بحث و مناظرہ سے اجتناب۔

جماعت کے ارکان کو ایسے تمام طریقوں سے پرہیز کرنا چاہیئے جوان کو مسلمانوں میں ایک فرقہ بنانے والے ہوں۔ اپنی نمازیں عام مسلمانوں سے الگ نہ پڑھیئے، نماز میں اپنی جماعت الگ نہ بنائیے۔ بحثیں اور مناظرے نہ کیجیئے، جہاں تحقیق کے لیے نہیں بلکہ ضد اور مخالفت کی بنا پر اس تحریک کو معرض بحث میں لایا جائے وہاں صبر و ضبط سے کام لیجیئے (خصوصاً جہاں میری ذات پر حملے کیئے جائیں وہاں تو ہرگز مدافعت نہ کیجیئے، میں نہ خود اپنی مدافعت کرتا ہوں نہ اپنے رفیقوں کو چاہتا ہوں کہ وہ اس فضول کام میں اپنا وقت اور اپنی قوتیں ضائع کریں)۔ البتہ جہاں کوئی شخص سنجیدگی سے طالب تحقیق ہو وہاں اپنی تائید میں استدلال کیا جا سکتا ہے، مگر جب بحث میں گرمی آتی محسوس ہو تو سلسلۂ بحث بند کر دیجیئے کیونکہ مناظرہ وہ بلا ہے جس سے ہزار فتنے پیدا ہوتے ہیں اور کوئی ایک فتنہ بھی فرو نہیں ہوتا۔

(۱۱) تحریک اسلامی کا مزاج اور طریق کار۔

تحریک اسلامی اپنا ایک خاص مزاج رکھتی ہے اور اس کا ایک مخصوص طریق کار ہے جس کے ساتھ دوسری تحریکوں کے طریقے کسی طرح جوڑ نہیں کھاتے۔ جو لوگ اب تک مختلف قومی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے ہیں اور جن کی طبیعتیں انہیں کے طریقوں سے مانوس رہی ہیں، انہیں اس جماعت میں آکر اپنے آپ کو بہت کچھ بدلنا ہوگا۔ جلسے اور جلوس، جھنڈے اور

نعرے، یونیفارم اور مظاہرے، ریزولیوشن اور ایڈریس، بے لگام تقریریں اور گرما گرم تحریریں، اور اس نوعیت کی تمام چیزیں اُن تحریکوں کی جان ہیں مگر اس تحریک کے لیے سمِّ قاتل ہیں۔ یہاں کا طریق کار قرآن اور سیرتِ محمدی اور صحابہ کی سیرتوں سے سیکھئے اور اس کی عادت ڈالیے۔ آپ کو زبان یا قلم یا مظاہروں سے عوام پر سحر نہیں کرنا ہے کہ ان کے ریوڑ کے ریوڑ آپ کے پاس آجائیں اور آپ انہیں ہانکتے پھریں۔ آپ کو ان میں حقیقتِ اسلامی کی معرفت پیدا کرنی ہے، اور عرفانِ حقیقت کے بعد ان میں یہ عزم پیدا کرنا ہے کہ اپنی انفرادی زندگی اور گردوپیش کی اجتماعی زندگی کو اس حقیقت کے مطابق بنائیں اور جو کچھ باطل ہو اس کو مٹانے میں جان و مال کی بازی لگا دیں۔ لوگوں کے اندر یہ گہری تبدیلی ساحری اور شاعری سے پیدا نہیں ہوا کرتی۔ آپ میں سے جو مقرر ہوں وہ پچھلے اندازِ تقریر کو بدلیں اور ذمہ دار مومن کی طرح جچی تلی تقریر کی عادت ڈالیں۔ اور جو محرر ہیں انہیں بھی غیر ذمہ دارانہ اندازِ تحریر کو بدل کر اُس آدمی کی سی تحریر اختیار کرنی چاہیئے جو لکھتے وقت احساس رکھتا ہے کہ اُسے اپنے ایک ایک لفظ کا حساب دینا ہے۔

(۱۲) دور از کار اور غیر متعلق سرگرمیوں سے پرہیز۔

اسلامی تحریک میں کام کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ کے گردوپیش جو ہنگامے دنیا طلب لوگوں نے برپا کر رکھے ہیں اور جن کا آپ کی تحریک کے نصب العین سے کوئی تعلق نہیں ہے ان سے آپ اس قدر بے تعلق ہو کر رہیں کہ گویا وہ آپ کے لیے معدوم محض ہیں۔ آپ کو اسمبلیوں

اور ڈسٹرکٹ بورڈوں اور ان کے الیکشنوں سے اور ہندو اور مسلمان اور سکھ وغیرہ قوموں کے نفسانی جھگڑوں سے، اور مختلف پارٹیوں اور مذہبی فرقوں اور مقامی قبیلوں اور برادریوں کے تنازعات سے بالکل کنارہ کش رہنا چاہیئے۔ بالکل یکسو ہو کر اپنے نصب العین کے پیچھے لگ جایئے اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دیجئے جو عمل خدا کی راہ میں نہیں ہے اس میں مشغول ہو کر آپ اپنا وقت اور اپنی قوتیں ضائع کریں گے۔ حالانکہ آپ کو اپنے وقت اور اپنی قوتوں کا حساب دینا ہے۔

(۱۳) طریق تبلیغ۔

اپنے مسلک کی تبلیغ میں حکمت اور موعظہ حسنہ کو ملحوظ رکھیئے۔ حکمت یہ ہے کہ آپ مخاطب کی ذہنیت کو سمجھیں، اس کی غلط فہمی یا گمراہی کے اصل سبب کی تشخیص کریں اور اس کو ایسے طریقہ سے تلقین کریں جو زیادہ سے زیادہ اس کے مناسب حال ہو۔ اور موعظہ حسنہ یہ ہے کہ جس پر آپ تبلیغ کریں اس کے سامنے اپنے آپ کو دشمن اور مخالف کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس کے بہی خواہ اور دردمند کی حیثیت سے پیش کریں اور ایسے باوقار، بلیغ اور شیریں انداز سے راہ راست کی طرف دعوت دیں جو کم سے کم تلخی پیدا کرنے والا ہو۔ اس کے ساتھ دو باتیں اور بھی ملحوظ رکھیئے۔ ایک یہ کہ جو شخص ہدایت سے اپنے آپ کو مستغنی سمجھتا ہو اور دنیا کی زندگی میں مست ہو اس کے پیچھے نہ پڑیئے۔ بلکہ جس میں یہ کیفیت نظر آئے اس سے اعراض کیجئے۔ دوسرے یہ کہ بے موقع تبلیغ نہ کیجئے۔ جب کوئی شخص یا کوئی گروہ دعوت الی الخیر

سننے یا کسی نصیحت کو قبول کرنے کی موڈ میں نہ ہو اس وقت اسے دعوت دینا، یا ایک وقت میں جتنی خوراک وہ قبول کر سکتا ہو اس سے زیادہ خوراک اس کے اندر اتارنے کی کوشش کرنا، یا تشدّد، الحاح، زجر اور تلطف وغیرہ طریقوں کو بے محل استعمال کرنا بجائے مفید اثر ڈالنے کے الٹا خراب اثر ڈالتا ہے۔ بعض لوگ کام کرنے کے جوش میں ان حدود کو نظر انداز کر جاتے ہیں، حالانکہ اسلام ایک حکیمانہ دین ہے اور اس کے مبلغ کو حکیم ہونا چاہیئے۔

یہ ہدایات دینے کے بعد امیر جماعت اور اصحاب شوریٰ ایک الگ کمرے میں بیٹھ گئے اور ارکان جماعت کو علیحدہ علیحدہ بلا کر ہر ایک کے حالات اور صلاحیتوں کے لحاظ سے کام سپرد کیا نیز جہاں جہاں مقامی جماعتیں بن چکی تھیں وہاں کے لیے امرار کا تقرر کیا۔

جماعت کا ابتدائی پروگرام

۵ رشعبان:- کل کا بقیہ کام آج انجام دے کر اجتماعِ عام ختم کر دیا گیا۔ پھر امیر جماعت نے اصحاب شوریٰ کے مشورہ سے حسب ذیل امور طے کیے:-

۱- جماعت کے ارکان میں جو لوگ اہلِ قلم ہوں ان کو چاہیئے کہ ملک کے اخبارات اور رسائل میں جماعت کے نظریہ کو پھیلانے اور جماعت کے متعلق جو غلط فہمیاں شائع ہو رہی ہیں ان کا سدِ باب کرنے کی با حسن طریق کوشش کریں۔

۲۔ جماعت کے ارکان کا اجتماع عام ہر سال کیا جائے جس کے لیے موسم اور دوسرے اعتبارات سے مارچ کا مہینہ موزوں رہے گا۔ اجتماع عام کے موقع پر جن لوگوں کو امیر جماعت مناسب سمجھے یا جن کے متعلق مقامی امراء سفارش کریں انہیں ایک مہینہ تک مرکز میں تربیت کے لیے روک لیا جائے گا۔

۳۔ جماعت کے چند منتخب ارکان جو ہر اعتبار سے جماعت کے مسلک کی بہترین ترجمانی کر سکتے ہوں، سال میں ایک مرتبہ وفد یا وفود کی شکل میں ملک کے مختلف حصوں کا دورہ کریں اور دعوت عام کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ ملک کے بڑے بڑے اداروں، کالجوں، یونیورسٹیوں، دینی مدرسوں اور انجمنوں میں نفوذ کی کوشش کریں۔

۴۔ طے ہوا تھا کہ ایک ہفتہ وار اخبار جماعت کی طرف سے جاری کیا جائے اور اس کے لیے عبداللہ مصری نامزد بھی کر دیئے گئے تھے، لیکن اب نصراللہ خاں صاحب عزیز کے شریک جماعت ہو جانے کی وجہ سے اس تجویز کو سردست عملی جامہ پہنانے کی ضرورت نہیں رہی۔ جماعت کی ضروریات کے لیے جناب عزیز کا اخبار "مسلمان" (لاہور) اب کافی ہوگا۔

---

۲۶ اپریل ۱۹۴۷ء میں اس کا نام کوثر ہو گیا۔ ۱۹۵۳ء میں حکومت پنجاب نے "کوثر" سے ۱۰ ہزار روپے کی نقد ضمانت طلب کی جس کی وجہ سے یہ بند ہو گیا۔ اس کے بعد ۲۴ دسمبر ۱۹۵۲ء میں جناب ملک نصراللہ خاں عزیز نے ہفت روزہ "ایشیا" جاری کیا جو ۱۳ مئی ۱۹۶۵ء سے جناب چوہدری غلام جیلانی صاحب کی زیر ادارت باقاعدہ شائع ہوتا رہا ہے۔ ۱۹ جنوری ۱۹۹۰ء کو ان کی وفات کے بعد اب جناب صفدر علی چوہدری صاحب کی زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔

رُوداد مجلس شوریٰ

محرم سنہ ۱۳۶۱ھ

جنگ کی وجہ سے ملک میں جو اضطراب کی حالت پیدا ہو چکی ہے اس کی وجہ سے یہ مناسب نہ سمجھا گیا کہ مارچ ۱۹۴۲ء میں جماعت کے ارکان کا اجتماعِ عام منعقد کیا جائے۔ اس لیے امیر جماعت نے حسبِ ذیل اصحاب کی مجلس شوریٰ کو طلب کیا تاکہ جو فیصلہ طلب امور ہیں ان کے متعلق مشورہ کر کے فیصلہ کیا جائے۔

محمد منظور صاحب نعمانی (بریلی)۔ امین احسن صاحب اصلاحی (سرائمیر)۔ ابوالحسن علی صاحب (لکھنؤ)۔ سید محمد جعفر صاحب (کپورتھلہ) نذیر الحق صاحب میرٹھی۔ محمد علی صاحب کاندھلوی (سیالکوٹ)۔ عبدالعزیز صاحب شرقی (جالندھر)۔ نصراللہ خاں صاحب عزیز (لاہور)۔ چودھری محمد اکبر صاحب (لائل پور) ڈاکٹر سید نذیر علی صاحب (الٰہ آباد)۔ مستری محمد صدیق صاحب۔ عبدالجبار صاحب غازی (دہلی)۔ عطاء اللہ صاحب (بنگال)۔ قمر الدین خاں صاحب۔ محمد بن علی علوی صاحب۔ محمد یوسف صاحب (بھوپال)۔

کام کا جائزہ

۲۶، ۲۷، ۲۸ فروری ۱۹۴۲ء کو مجلس شوریٰ کے اجتماع ہوئے۔

سب سے پہلے تمام شرکاء نے فرداً فرداً تحریک کی عام رفتار اور بالخصوص اپنے اپنے علاقوں کے کام پر تبصرہ کیا، اپنے تجربات بیان کیے، اور اپنی اپنی مقامی جماعتوں کے مشورے سے جو تجاویز وہ لے کر آئے تھے اور کام کو آگے بڑھانے کے لیے جن امور کی ضرورت وہ محسوس کرتے تھے انہیں پیش کیا۔ پھر امیر جماعت نے ایک مفصل تقریر میں جماعت کے اب تک کے کام پر تبصرہ کیا کہ جماعت کے نظام میں کیا کیا خامیاں پائی جاتی ہیں، ان کے اسباب کیا ہیں، آئندہ کے لیے نظام جماعت کو بہتر بنانے اور تحریک کو باحسن وجوہ آگے لے چلنے کے لیے کن تدابیر کی ضرورت ہے، اور وہ مشکلات کیا ہیں جن کی وجہ سے کام کی رفتار اتنی اچھی نہیں ہے جتنی ہونی چاہیے تھی۔

مجلس شوریٰ کے فیصلے

اس کے بعد مشورہ باہمی سے جو امور بالاتفاق طے ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) استحکام جماعت:-

جماعت کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام جماعت میں بعض

ایسے اصحاب بھی پائے جاتے ہیں جو ذہنی حیثیت سے ابھی تک یکسو نہیں ہوئے ہیں اور اس جماعت کے مسلک و طریق کار کو پوری طرح سمجھے بغیر جماعت میں داخل ہوگئے ہیں - اور ان سے کچھ زیادہ تعداد ایسے ارکان کی ہے جن کی زندگی میں قابل اطمینان تبدیلی نہیں ہوئی ہے، یا جن کے اندر اپنے نصب العین کے لیے کام کرنے کا اندرونی جذبہ ابھی تک اتنا مشتعل نہیں ہوا ہے کہ وہ کسی بیرونی تحریک کے بغیر خود اپنے جذبِ دل کے تقاضے سے سرگرم عمل ہوں - اس خامی کو دور کرنے کے لیے مقامی جماعتوں کے امراء کو امور ذیل کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے:-

اوّلاً، ارکان جماعت کی تعداد میں اضافہ کرنے کی خاطر خام یا نیم پختہ آدمیوں کی بھرتی نہ کی جائے، بلکہ صرف ان لوگوں کو جماعت میں داخل کیا جائے جو جماعت کے مسلک کو اچھی طرح سمجھ چکے ہوں، جن کے خیالات میں پراگندگی باقی نہ رہی ہو، اور جنہوں نے دستور جماعت کی ذمہ داریوں کو بھی سمجھ لیا ہو۔

ثانیاً، عام طور پر لوگوں کو شرکت جماعت کی دعوت نہ دی جائے بلکہ اُس عقیدہ اور نصب العین کی تبلیغ کی جائے جس پر یہ جماعت قائم ہوئی ہے - پھر ان میں سے جو لوگ اس حد تک متاثر ہو جائیں کہ ان کی زندگی میں عملاً تبدیلی ہونی شروع ہو جائے، اور وہ خود جستجو کرنے لگیں کہ اس نصب العین کے لیے کام کرنے کا راستہ کیا ہے، تب ان کے سامنے جماعت کا دستور پیش کیا جائے اور دستور کو دیکھ کر جب وہ جماعت میں شریک ہونے کی

خود خواہش کریں تب بھی انہیں فوراً داخل جماعت نہ کر لیا جائے بلکہ انہیں بار بار سوچنے کا موقع دیا جائے اور جب وہ خوب سوچ سمجھ کر شرکت جماعت کا فیصلہ کریں تو ادائے شہادت کی ذمہ داریاں پوری طرح محسوس کرا کے ان سے شہادت ادا کرائی جائے۔

ثالثاً، یہ بات ہمیشہ ارکان جماعت کے ذہن نشین کرائی جاتی رہے کہ جماعت میں شریک ہوتے وقت انہوں نے اپنے خدا سے جو اقرار کیا ہے اسے پورا کرنا اور جو ذمہ داریاں قبول کی ہیں ان کو ادا کرنا اب ان کا اپنا کام ہے انہیں اس بات کا محتاج نہ ہونا چاہیئے کہ کوئی دوسرا انہیں اکسائے تو وہ کام کریں بلکہ انہیں خود اپنے جذبۂ ایمانی سے اپنے مقصدِ زندگی کے لیے سرگرم عمل ہونا چاہیئے۔

رابعاً، انہیں ارکانِ جماعت کو نماز اور قرآن سمجھ کر پڑھنے اور ہر نماز و تلاوت کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کی تلقین کرنی چاہیئے کیونکہ اس ذریعہ سے نفوس کا تزکیہ بھی ہوگا اور دلوں میں وہ آگ بھی بھڑکے گی جو عمل پر ابھارنے والی ہے۔

خامساً، ہر مقامی امیر کو اپنی جماعت کے ارکان پر گہری نظر رکھنی چاہیئے اور ان میں جو خامیاں محسوس ہوں، حکمت کے ساتھ ان کی اصلاح کرنی چاہیئے۔

(۲) مقامی امراء کی تربیت۔

چونکہ تبلیغ و دعوت کے کام میں ارکانِ جماعت کی رہنمائی کرنا، ارکان کی اخلاقی تربیت کرنا، اور جماعت کی تحریک کو ٹھیک ٹھیک صحیح راستے پر

آگے بڑھانا مقامی جماعتوں کے امراء کا کام ہے اور ان اہم ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لیے خود ان کی اپنی تیاری بھی ضروری ہے۔ اس لیے طے کیا گیا ہے کہ مقامی جماعتوں کے امراء ہر سال کم از کم ایک ایک دو مہینے کے لیے امیر جماعت کے ساتھ آ کر رہیں۔ اس امر کا تعین کہ کون صاحب کس مہینہ میں آئیں ہر ایک کے اپنے انتخاب پر چھوڑ دیا گیا ہے جن صاحب کے لیے جس مہینہ میں آنا ممکن ہو، وہ امیر جماعت سے مراسلت کر کے خود طے کر لیں۔ نیز اگر وہ اپنے حلقہ کے خاص خاص ارکان میں سے بھی کسی کو ساتھ لانا چاہیں تو لا سکتے ہیں۔

(۳) مرکزی تربیت گاہ۔

اس امر کی شدید ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ جماعت کے چند بہترین دل و دماغ کے لوگ مرکز میں مستقل طور پر رہیں اور مرکز کسی ایسی جگہ بنایا جائے جہاں نہ صرف کارکنوں کی تربیت کا اچھا انتظام کیا جا سکتا ہو، بلکہ اس کے گرد و پیش کے علاقہ میں کچھ نمونہ کا کام بھی کیا جائے، تاکہ دعوت و تبلیغ کا عملی تجربہ بھی کارکنوں کو حاصل ہو سکے۔ اس سلسلہ میں مرکز کے لیے مقام کا انتخاب اور ان اشخاص کا انتخاب جن کا مرکز میں رہنا ضروری ہے، اور دیگر عملی تدابیر کو امیر جماعت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

(۴) لٹریچر کی تیاری۔

دعوت و تبلیغ کے لیے لٹریچر کی تیاری کا بار اب تک امیر جماعت پر رہا ہے۔ لیکن اب ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ جماعت میں جو لوگ

اہلِ قلم ہیں وہ اس کام میں اپنی صلاحیتوں کے مطابق پُورا حصّہ لیں۔

(۵) ترمیم دستور۔

دستور جماعت پر باہر سے جو اعتراضات ہوتے ہیں، اور خود ارکان جماعت نے تجربہ اور تدبّر سے جن اصلاحات کی ضرورت ظاہر کی ہے، ان پر غور کیا گیا اور اصلاح کے بعد طے کیا گیا کہ نیا ترمیم شدہ دستور شائع کیا جائے[1]۔

---

[1] اس قرارداد کے مطابق دستور جدید شائع ہو چکا ہے۔

جماعت کے عارضی مرکز کا قیام

فروری ۱۹۴۲ء کے اجتماع شوریٰ میں مختلف مصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے طے کیا گیا تھا کہ ایک مرکزی ادارہ قائم کرنے کے لیے اگر کوئی مستقل مقام میسر نہیں آتا تو سردست عارضی طور پر ہی ایک مرکز بنا لیا جائے تاکہ وہاں ہم اپنی قوت کے ایک معتدبہ حصہ کو مجتمع کر سکیں اور ضروری تعمیری کاموں کی بنا رکھ دیں۔ اس غرض کے لیے ابتداءً سیالکوٹ کے ضلع میں ایک مناسب مقام تجویز کر لیا گیا تھا اور بیرونی جماعتوں کو اس کی اطلاع بھی دے دی گئی تھی مگر بعد میں چند اسباب سے اس تجویز کو ترک کر دینا پڑا۔ پھر ارکان شوریٰ کے مشورہ سے پٹھانکوٹ کے قریب قریہ جمال پور کی طرف منتقل ہونے کا فیصلہ کیا گیا جہاں چوہدری نیاز علی خاں صاحب نے ازراہ عنایت اپنے وقف کی عمارات ہمیں مستعار دینا قبول فرما لیا۔ چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق ۱۵ر جون ۱۹۴۲ء کو امیر جماعت نے چند رفقاء سمیت وہاں نقل مقام کیا اور اس وقت سے یہ مقام جماعت کا مرکز قرار پا گیا۔ یہ جگہ ریلوے اسٹیشن سرنا سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر واقع ہے۔ سردست اسے عارضی طور پر ہی مرکز بنایا گیا ہے۔

مستقل مرکز کا انتخاب انشاء اللہ جنگ کے بعد اجتماعِ عام میں کیا جائے گا۔

نئے مرکز میں نقشہ کار

اس نئے مرکز میں کام کرنے کے لیے جو نقشہ بنایا گیا ہے اس کو ہم چار عنوانات پر تقسیم کرتے ہیں:۔

۱:۔ تعلیم و تربیت

۲:۔ علمی تحقیق

۳:۔ دعوتِ عام

۴:۔ معاشی تدابیر

یہاں ہم ان عنوانات کے تحت اس نقشہ کو بترتیب بیان کریں گے تاکہ پیشِ نظر کام کی نوعیت اور اس کی عملی صورت اچھی طرح واضح ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس کام کو چلانے اور فروغ دینے کے لیے کس قسم کے آدمیوں اور کن وسائل و ذرائع کی ضرورت ہے۔ "جماعت اسلامی" کے تحت جو جماعتیں ہندوستان کے مختلف مقامات پر قائم ہیں ان کے امراء کو وقتاً فوقتاً اپنی مقامی جماعتوں کے ارکان کی صلاحیتوں اور اپنے جماعتی وسائل کا پوری طرح جائزہ لے کر مرکز کو مطلع کرتے رہنا چاہیئے کہ کس کس شعبہ میں کام کرنے کے لیے ان کے پاس کس قابلیت کے آدمی موجود ہیں اور ہر جماعت ان کاموں کو چلانے کے لیے کیا وسائل بہم پہنچا سکتی ہے جہاں جماعتیں موجود نہیں ہیں اور صرف ارکان انفرادی حیثیت میں موجود ہیں وہاں

ہر فرد جماعت بطور خود اس نقشہ کو پیش نظر رکھ کر اپنا اور اپنے ذرائع کا جائزہ لے اور ہمیں بتائے کہ وہ اس سلسلہ میں کیا کام کر سکتا ہے یا کیا ذرائع بہم پہنچا سکتا ہے۔ نیز جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہیں مگر اس کام سے دلچسپی اور ہمدردی رکھتے ہیں وہ بھی اگر کسی حیثیت سے اس میں حصہ لینا چاہیں تو ہمیں مطلع فرمادیں کہ وہ کس نوعیت کا اور کتنا حصہ لینے کے لیے تیار ہیں۔

(۱) تعلیم و تربیّت

سب سے پہلا کام جو ہم یہاں کرنا چاہتے ہیں ایک درس گاہ و تربیت گاہ کا قیام ہے "نیا نظام تعلیم" اور "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" میں اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ کوئی تحریک جو انسانی زندگی میں ایک مکمل اور حقیقی انقلاب برپا کرنا چاہتی ہو کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ خود اپنے مزاج اور اپنے مقتضیات کے مطابق انسانوں کو ڈھالنے اور بنانے کے لیے تعلیم و تربیت کا ایک نظام قائم نہ کرلے۔ اسی حقیقت کو مدّنظر رکھ کر چند رفقاء کے مشورہ سے، جو فنِ تعلیم کو علمی حیثیت سے بھی اچھی طرح جانتے ہیں اور عملی تجربہ بھی رکھتے ہیں ایک درس گاہ کا خاکہ مرتب کیا گیا ہے۔ بنیادی اصول وہی ہیں جو ان دونوں مضامین میں بیان کیے جا چکے ہیں۔ عملی تفصیلات ابھی اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں بتمام وکمال اسی مرحلہ میں شائع کر دیا جائے۔ تجربہ سے ابھی ان میں بہت کچھ ردّوبدل ہونا

ہے ۔ جب ہمارا تجربہ کامیاب ہو جائے گا اور ہم خود اس پر مطمئن ہو جائیں گے تو انشاءاللہ اپنا تعلیمی دستور اور نصاب دونوں شائع کر دیں گے ۔
تاہم اس کے سرسری خدوخال یہاں پیش کیے جا سکتے ہیں ۔
زمانہ تعلیم کو ہم نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے ۔ اساسی ، متوسط اور عالی ۔

اساسی تعلیم میں ہماری کوشش یہ ہو گی کہ ہر انسان کو مسلم انسان ہونے کی حیثیت سے دنیا کا کام چلانے کے لیے جن معلومات ، جن اخلاقی اوصاف ، اور جن ذہنی اور عملی استعدادوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے بچہ کی شخصیت میں جمع کر دی جائیں ہم اس کو صرف کتاب ہی نہیں پڑھائیں گے بلکہ ہمارا استاد عملاً اس کو اپنی معلومات اور اپنی قابلیتوں سے زندگی کے مختلف شعبوں میں کام لینا سکھائے گا اور اس کو اس قابل بنائے گا کہ اساسی تعلیم کے مرحلہ سے فارغ ہو کر جب وہ نکلے تو ہر شعبۂ حیات میں وہ ایک عمدہ ابتدائی کارکن بن سکے ، اس کی ذہنی اور جسمانی قوتوں میں سے کوئی قوت ایسی نہ ہو جس کا استعمال اسے نہ آتا ہو ، اور زندگی کی مختلف راہوں میں سے کوئی راہ ایسی نہ ہو جس پر چلنے کے لیے کم از کم ناگزیر معلومات اس کے پاس نہ ہوں ۔ علاوہ بریں ہم اسے اتنی عربی بھی سکھائیں گے کہ وہ قرآن کا سیدھا سادہ مفہوم خود سمجھ لے ، نیز تعلیم اور تربیت دونوں کے ذریعہ سے ہم اس کو اسلامی طرز زندگی کے ضروری آداب و اطوار اور قواعد و قوانین سے بھی نہ صرف آگاہ کر دیں گے بلکہ عملاً

اُن کا خوگر بنا دیں گے۔ یہ تعلیم تمام بچوں کے لیے یکساں ہوگی کیونکہ ہمارے پیش نظر یہ ہے کہ اس مرتبہ کی تعلیم و تربیت ہر بچے کو حاصل ہونی چاہیئے قطع نظر اس سے کہ آگے چل کر اسے دنیا میں مزدور یا کسان کی حیثیت سے کام کرنا ہے یا وزیر کی حیثیت سے یا پروفیسر کی حیثیت سے۔

متوسط تعلیم میں بچہ کے داخل ہونے کا انحصار اساسی تعلیم کے نتائج پہ ہوگا۔ اساسی تعلیم کی انتہا کو پہنچتے پہنچتے ہر بچہ کے متعلق اندازہ کر لیا جائے گا کہ آیا وہ دنیا کی زندگی میں ابتدائی کارکن کے مرتبہ سے بلند تر خدمات انجام دینے کی قوت رکھتا ہے یا نہیں۔ جن بچوں کے متعلق استادوں کا تخمینہ اور آزمائشی امتحانات کا فیصلہ یہ ہوگا کہ وہ ایسی قوت رکھتے ہیں صرف انہی کو دوسرے مرحلہ تعلیمی میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، اور اس مرحلہ میں ہمارے پیش نظر یہ ہوگا کہ بچوں کو ان کاموں کے لیے تیار کیا جائے جن میں جسمانی قوتوں کی بہ نسبت ذہنی قوتوں سے زیادہ کام لینا پڑتا ہے۔ یہاں ہر بچہ کے لیے ان مضامین کا مجموعہ تجویز کیا جائے گا جن کے ساتھ اس کے ذہن کو مناسبت ہوگی۔ جس شعبۂ زندگی کے لیے اسے تیار کرنا ہوگا اسی سے تعلق رکھنے والے علوم عالیہ کے مبادی اسے پڑھائے جائیں گے، مگر اس طرح کہ ہر دنیوی علم کے اندر دینی نقطۂ نظر روح کی طرح جاری و ساری ہوگا اور ہر دینی علم کا انطباق دنیوی حالات پہ کر کے بتایا جائے گا۔ پھر طالب علم کو اپنے علم سے عملاً کام لینے کی پوری مشق بھی کرائی جائے گی اور تربیت کے ذریعہ سے اس میں ایک سچے مسلمان کی سیرت بھی پیدا

کی جائے گی۔

درجۂ عالی کی تعلیم بالکل اختصاصی تعلیم ہوگی اور اس میں ہمارے پیشِ نظر ایسے علماء، اور ماہرین کا پیدا کرنا ہوگا جو زندگی کے مختلف شعبوں میں قیادت و رہنمائی کے اہل ہوں، جن میں یہ قابلیت ہو کہ اسلام کے اصولوں پر ایک پورے نظامِ تمدّن کی تعمیر کر سکیں اور ایک جدید ترین اسٹیٹ کی تنظیم کا بار اٹھا سکیں۔ اس کے لیے جس علم، جس قوتِ اجتہاد، اور جس متقیانہ سیرت کی ضرورت ہے وہ ان میں تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے پیدا کی جائے گی۔ اور اس درجہ میں صرف وہی طلبہ لیے جائیں گے جن کے متعلق متوسط تعلیم کے نتائج سے یہ اطمینان ہو جائے گا کہ وہ اپنی ذہنی و اخلاقی صلاحیتوں کے اعتبار سے اس کے اہل ہیں۔

(۲) علمی تحقیق

علمی تحقیق کا شعبہ دراصل ہماری تحریک کا دل اور دماغ ہوگا۔ اب تک اس تحریک کا علمی کام تنہا ایک ہی شخص کرتا رہا ہے لیکن ظاہر ہے کہ ایک اکیلا آدمی ایسی ایک ہمہ گیر و عالمگیر تحریک کے لیے علمی و فکری بنیاد فراہم کرنے کی خدمت انجام نہیں دے سکتا۔ اگر ہمیں واقعی نظامِ تمدّن و اخلاق میں کوئی انقلاب برپا کرنا ہے تو ہمارے لیے ناگزیر ہے کہ صرف اردو زبان ہی میں نہیں بلکہ متعدد دوسری زبانوں اور خصوصاً دو تین بین الاقوامی زبانوں میں بھی ایسا لٹریچر فراہم کریں جو اسلامی نظام کی پوری

شکل و صورت سے دنیا کو آشنا کرے، اور اپنی تنقید سے موجودہ تہذیب و تمدن کی جڑیں اکھاڑ کر دیں اور دماغوں میں نظام اسلامی کی صداقت کا یقین اور اس کے قیام کی خواہش پیدا کر دے۔ نیز ہمیں قرآن، حدیث، فقہ اور تاریخ اسلام کے متعلق جملہ علوم کی تدوین جدید کرنی ہو گی، اور اسی طرح علوم جدیدہ کو بھی اسلامی نقطۂ نظر سے از سر نو مدوّن کرنا ہو گا۔ یہ کام کیے بغیر ہم ہرگز یہ توقع نہیں کر سکتے کہ مجرد کسی عمومی یا عسکری تحریک سے کوئی حقیقی اسلامی انقلاب دنیا کے موجودہ نظام تمدن و اخلاق میں رونما ہو جائے گا۔

اس غرض کے لیے ہم کو ایک طرف ایسے صاحب فکر و نظر آدمیوں کی ضرورت ہے جو اس تحقیقی کام کے اہل ہوں اور ہمارے جماعتی نظم و ضبط کے اندر رہ کر یہ خدمت انجام دے سکیں۔ دوسری طرف ایک عمدہ کتب خانہ درکار ہے، اور اس کے ساتھ ایسے ذرائع درکار ہیں جن سے ہم ان خدام دین کو سامانِ زیست بہم پہنچا سکیں۔

(۳) دعوتِ عام

ان دونوں تعمیری کاموں کے ساتھ ہم دعوتِ عام کا کام بھی پوری قوت کے ساتھ چلانا چاہتے ہیں۔ ہماری تعمیری کوششیں بے سود ہو جائیں گی اگر ساتھ ساتھ ان کی پشت پر ایک مضبوط رائے عام بھی تیار نہ ہوتی رہے۔ جس طرح مذکورہ بالا تعمیری کاموں کے بغیر کوئی اسلامی انقلاب رونما

نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ عامۃ الناس میں اسلام کی دعوت پھیلائے بغیر ایسا کوئی انقلاب برپا ہو سکے ہمیں نہ صرف ہندوستان[1] میں بلکہ حتی الامکان دنیا کے گوشے گوشے میں اپنی آواز پہنچانی ہوگی کیونکہ آج کسی ایک ملک میں کوئی حقیقی انقلاب واقع نہیں ہو سکتا جب تک کہ وسیع پیمانہ پر بین الاقوامی رائے عام اُس کی تائید میں تیار نہ کر لی جائے۔ اربوں انسانوں کو ہمارے پیغام سے واقف ہونا چاہیئے، کروڑوں انسانوں کو کم از کم اس حد تک اس سے متاثر ہو جانا چاہیئے کہ وہ اس چیز کو حق مان لیں جس کے لیے ہم اُٹھ رہے ہیں، لاکھوں انسانوں کو ہماری پُشت پر اخلاقی اور عملی تائید کے لیے آمادہ ہونا چاہیئے، اور ایک کثیر تعداد ایسے سرفروشوں کی تیار ہونی چاہیئے جو بلند ترین اخلاق کے حامل ہوں اور اس مقصدِ عظیم کے لیے کوئی خطرہ، کوئی نقصان، کوئی مصیبت برداشت کرنے میں تامّل نہ کریں۔ اس قسم کی دعوتِ عام شروع کرنے کے لیے ابتداءً ضروری ہے کہ چھوٹے پیمانہ پر ایک محدود حلقہ میں کچھ نمونہ کا کام کیا جائے اور داعیوں کی اخلاقی و عملی تربیت کر کے اس حلقہ میں ان سے کام لیا جائے تاکہ آئندہ وسیع پیمانہ پر دعوت پھیلانے کی راہ کھل جائے۔ اگرچہ اس ضرورت کا احساس ہمیں پہلے بھی تھا، لیکن گذشتہ ایک سال کے جماعتی کام سے جو تجربہ حاصل ہوا ہے اس کی بنا پر ہم کسی تاخیر کے بغیر اس شعبہ کی بنا رکھ دینا چاہتے ہیں۔

---

[1] یاد رہے کہ یہ روداد قبل تقسیم (فروری ۱۹۴۲ء) کی ہے۔

دعوتِ عام کے شعبہ میں کام کرنے کے لیے تمام بیرونی جماعتوں کو اپنے اپنے ارکان کا جائزہ لے کر سر دست ایسے ایک ایک دو دو آدمیوں کا انتخاب کرنا چاہیئے جو اس کام کے لیے موزوں تر ہوں اور ان کی صفات و خصوصیات سے مرکز کو مطلع کرنا چاہیئے۔ نیز یہ بھی بتانا چاہیئے کہ وہ کتنی مدت کے لیے یہاں آکر رہ سکتے ہیں، ان کی ضروریات کیا ہیں، ان کی ذات پر کس قسم کی ذمہ داریوں کا بار ہے، اور یہ کہ وہ خود یا مقامی جماعت کے ارکان کس حد تک ان کی ضروریات کے کفیل ہو سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہمیں یہاں کم از کم ایک ہومیوپیتھک ڈاکٹر اور ایک یونانی طبیب کی ضرورت ہے جو محض خدا کے بھروسہ پر اپنے شہری مطب کو ختم کر کے اس جنگل میں آبسیں، جیسا بُرا یا بھلا مطب یہاں چل سکتا ہو اس پر بخوشی قناعت کریں، پوری خدا ترسی اور خالص انسانی ہمدردی کے ساتھ گرد و پیش کی آبادی کو طبی امداد بہم پہنچائیں اور اپنے اخلاق حسنہ سے دلوں میں گھر پیدا کریں۔ جماعت میں جو حکیم اور ڈاکٹر ایسے موجود ہوں جو اس ایثار کے لیے اپنے نفس کو آمادہ پاتے ہوں وہ ہمیں اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں۔

(۴) معاشی تدابیر

ظاہر ہے کہ اوپر جن کاموں کا ذکر کیا گیا ہے ان سب کے لیے مالی ذرائع درکار ہیں اور یہاں ان کا فقدان ہے۔ اتنے بڑے کاموں کے

لیے جس اجتماعی اعانت کی ضرورت ہوتی ہے وہ نہ ہمیں اب تک بہم پہنچی ہے ، نہ آئندہ اس کی توقع ہے ۔ نہ ہم وہ تدبیریں اختیار کر سکتے ہیں جن سے وہ بہم پہنچا کرتی ہے ، اور نہ ہمیں اُن لوگوں سے کسی مدد کی امید رکھنے کا کوئی حق ہے جن کا مقصدِ زندگی وہ نہیں ہے جو ہمارا ہے ۔ چند اہلِ خیر ایسے ضرور ہیں جو ہماری درخواست کے بغیر محض حسبتہً للہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہتے ہیں ، مگر یہ اعانت اب تک کے جماعتی کاموں کے لیے بھی ناکافی تھی کجا کہ آئندہ جو کام پیشِ نظر ہیں ان کے لیے یہ کچھ بھی کفایت کر سکے ۔ اس وقت تک جو کچھ بھی کام ہوا ہے وہ زیادہ تر جماعت کے بُک ڈپو کی آمدنی سے ہوا ہے اور وہ بھی کچھ بہت زیادہ نہیں ہے کہ اس کے بل پر کام میں اتنی توسیع ہو سکے ۔ اب اس کارِ عظیم کے لیے جو ذرائع مطلوب ہیں ان کی بہم رسانی دو ہی صورتوں سے ممکن ہے ۔ ایک یہ کہ جو لوگ جماعت اسلامی میں شریک ہوئے ہیں اور جو لوگ اس کے نصب العین سے ہمدردی رکھتے ہیں وہ اس راہ میں مالی قربانیاں کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں اور ان باطل پرستوں سے سبق لیں جو اپنے نظریات کا اقتدار قائم کرنے یا قائم رکھنے کے لیے کروڑوں پونڈ روزانہ آگ میں پھونک رہے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ پرستارانِ باطل کی ان قربانیوں کے مقابلہ میں اگر پرستارانِ حق کچھ بھی قربانی نہ کریں اور اپنے ذاتی مفاد ہی کی پرستش کرتے رہیں تو قانونِ فطرت کے تحت یہ قطعی ناممکن ہے کہ ہمیں باطل کے مقابلہ میں اُس حق کو فروغ دینے میں کامیابی حاصل ہو جائے جس پر ہم

ایمان لائے ہیں ــــ دوسری صورت یہ ہے کہ ہماری جماعت میں جو لوگ کسی قسم کے صنعتی یا تجارتی کام کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں وہ یہاں آئیں اور اپنی قابلیتوں سے کام لے کر دولت پیدا کریں اور ایک حصّہ اپنی ذات پر اور دوسرا حصّہ اپنے مقصدِ زندگی کی خدمت پر صرف کریں۔

اسی غرض کے لیے ہم نے اپنے پروگرام میں ایک مد معاشی تدابیر کی بھی رکھی ہے۔ یہاں زمین بافراط موجود ہے اور نہایت شاداب و زرخیز ہے، بجلی موجود ہے، بڑی بڑی منڈیاں قریب ہیں، ذرائع حمل و نقل جنگی مشکلات کے باوجود اس وقت تک یہاں دستیاب ہو رہے ہیں۔ متعدد زراعتی، صنعتی اور تجارتی کام قلیل یا کثیر سرمایہ سے یہاں شروع کیے جا سکتے ہیں۔ مقامی جماعتوں کے امراء اپنی اپنی جماعتوں کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ ان کے رفقاء میں سے کون لوگ کیا کام کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور کس قدر وسائل ان کی دسترس میں ہیں۔ اس باب میں ان کی رپورٹیں وصول ہونے کے بعد ہم ہر ایک کو اس کے حالات کے مطابق مشورہ دیں گے اور جس قدر سہولتیں مرکزی ادارہ کی طرف سے بہم پہنچائی جا سکتی ہیں وہ پہنچائی جائیں گی۔

روداد مجلس شوریٰ شوال سنہ ۱۳۶۱ھ

از ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت

اجلاس کی غرض۔

شوال سنہ ۱۳۶۱ھ (اکتوبر سنہ ۱۹۴۲ء) کے دوسرے ہفتہ میں مجلسِ شوریٰ کا دوسرا اجتماع بمقام دہلی ہوا۔ اس اجتماع کی اصلی غرض چند ایسے اختلافات کا حل تلاش کرنا تھا جو بدقسمتی سے ابتدائی مرحلہ ہی میں اس نازک موقع پر نظامِ جماعت کے اندر رونما ہوگئے تھے اور جن کی وجہ سے یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں اقامتِ دین کی یہ منظم کوشش، جو ایک صدی کے تعطل کے بعد پھر بشکل شروع ہوئی ہے، شروع ہوتے ہی ختم نہ ہوجائے، اور ایسے مایوس کن اثرات اپنے پیچھے نہ چھوڑ جائے کہ اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اس کی ناکامی مدتوں تک ایک مثال بن کر دینِ حق کے قیام کی سعی وجہد سے روکتی رہے۔ میں نے ان اختلافات کو سلجھانے کی جتنی کوششیں کیں ان میں مجھے سخت ناکامی ہوئی، اور صرف ناکامی ہی نہیں ہوئی بلکہ تفرق و اختلاف اور بددلی اور بدگمانیوں کا زہر دور و نزدیک کے ارکان میں بالعموم پھیلنا شروع ہوگیا۔ تب میں

نے مجبور ہو کر اصحاب شوریٰ کو دہلی میں جمع ہونے کی تکلیف دی تاکہ اس الجھن کو دُور کرنے میں میری مدد کریں۔

شرکاءِ اجلاس۔

حسب ذیل اصحاب شریک اجتماع تھے:۔

مولانا ابوالحسن علی صاحب، لکھنؤ۔ محمد یوسف صاحب، بھوپال۔ مولانا صبغۃ اللہ صاحب، عمر آباد، مدراس۔ مولانا حکیم عبداللہ صاحب، روڑی، حصار۔ سیّد عبدالعزیز صاحب شرقی، جالندھر۔ ملک نصراللہ خاں صاحب عزیز، لاہور۔ قاضی حمید اللہ صاحب، سیالکوٹ۔ عبدالجبار صاحب غازی، دہلی۔ محمد بن علوی صاحب، کاکوروی۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، بریلی۔ مولانا سیّد محمد جعفر صاحب، کپورتھلہ۔ قمرالدین خاں صاحب، عطاء اللہ صاحب، پتواکھالی۔

کارروائی۔

چار پانچ روز ہم لوگ اس کام میں منہمک رہے۔ اوّلاً میں نے چاہا کہ اصل امور مختلف فیہ کو زیر بحث لایا جائے اور جو لوگ مجھ سے یا میرے کام سے مطمئن نہیں ہیں وہ خفیہ پرچہ نویسی اور نجویٰ اور غیبت اور ارجاف کو چھوڑ کر جماعت کے سامنے اپنی بے اطمینانی کے اسباب صاف صاف بیان کر دیں، پھر اگر جماعت ان کے بیان سے مطمئن ہو جائے تو مجھے رہنمائی کے منصب سے معزول کر دیا جائے۔ لیکن ان حضرات نے ایسا کرنے سے اجتناب کیا۔ اس کے بعد میں نے جماعت کے سامنے تین متبادل صورتیں پیش کیں۔

ایک یہ کہ میں خود استعفیٰ دیتا ہوں، میری جگہ کسی دوسرے شخص کو رہنما منتخب کر لیا جائے۔

دوسرے یہ کہ ایک شخص نہیں ملتا تو تین چار آدمی مل کر اس کام کو سنبھالیں۔

تیسرے یہ کہ جماعت کا یہ نظام جو ہم نے بنایا ہے اسے توڑ دیا جائے اور ان سب لوگوں کو جو اس نصب العین کی خدمت کا عہد کر چکے ہیں آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جس شخص کا جس پہ اطمینان ہو اس سے وابستہ ہو کر کام کرے، اور جو لوگ کسی دوسرے سے مطمئن نہ ہوں مگر خود اپنے اوپر اطمینان رکھتے ہوں وہ خود اٹھیں اور کام کریں، اور جو لوگ دوسروں سے بھی مایوس ہوں اور اپنے آپ سے بھی وہ پھر "امام مہدی کے ظہور" کا انتظار کریں۔

پہلی تجویز اس بنا پہ بالاتفاق رد کر دی گئی کہ جو لوگ اس وقت تک جماعت میں شامل ہوئے ہیں ان میں سے کوئی بھی اس بار کو سنبھال نہیں سکتا۔ خود اختلاف کرنے والے اصحاب بھی اس امر پہ متفق تھے۔

دوسری تجویز بھی بالاتفاق رد کر دی گئی کیونکہ وہ نہ شرعاً صحیح ہے اور نہ عملاً ہمارے مقصد کے لیے مفید۔

رہی تیسری تجویز تو اختلاف رکھنے والے اصحاب کی خواہش یہ تھی کہ اسی پہ عمل کیا جائے اور میں خود بھی اسی طرف مائل تھا کیونکہ میں ایسے مختلف المزاج عناصر کے اجتماع میں کوئی خیر نہ دیکھتا تھا جو ترکیب و امتزاج قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں اور ان کم سے کم ضروری صفات سے بھی عاری ہوں جن کے بغیر کوئی کارکن جماعت نہیں بن سکتی لیکن اصحابِ شوریٰ کی

اکثریت نے اس تجویز سے سخت اختلاف کیا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ اس طرح جماعت کو توڑ کر ہم اپنے نصب العین کی خدمت کرنے کے بجائے اس کے ساتھ دشمنی کریں گے اور ہماری یہ حرکت اس جمود کے بقا و استمرار کے لیے ایک اور حجت بن جائے گی جو بالاکوٹ کی ٹریجڈی کے بعد سے ایک سو دس برس تک اسلامی تحریک پر طاری رہا ہے، اس لیے بجائے اس کے کہ چند اشخاص کے اختلاف کی وجہ سے جماعت ٹوٹے، کیوں نہ وہ اشخاص جماعت سے ٹوٹ جائیں جو ساتھ مل کر نہیں چل سکتے۔ یہ دلیل اتنی وزنی تھی کہ آخر کار اسی کو غلبہ حاصل ہوا۔

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب اور ان کے تین ساتھیوں کی جماعت سے علیحدگی۔

مذکورہ بالا صورت حال سامنے آنے پر اختلاف سے متاثر حضرات میں سے بعض نے رجوع کر لیا اور صرف چار اصحاب ایسے رہ گئے جنہوں نے اختلاف پر قائم رہتے ہوئے جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ان اصحاب کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی۔ مدیر الفرقان، بریلی۔

۲۔ مولانا سید محمد جعفر صاحب، خطیب مسجد جامع کپور تھلہ۔

۳۔ قمر الدین خاں صاحب، سابق ناظم جماعت۔

۴۔ عطاء اللہ صاحب، پتیاکھالی، بنگال۔

لیکن ان حضرات کی علیحدگی کے بعد بھی میں جماعت کی قیادت کا بار

سنبھالنا اس وقت تک جائز نہ سمجھتا تھا جب تک کہ رفقاء جماعت کو اختلاف کی پوری حقیقت سے آگاہ کر کے یہ دریافت نہ کر لیتا کہ آیا اس کے بعد بھی وہ مجھ پر اعتماد رکھتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ میں نے علیحدہ ہونے والوں کی وہ تحریر جس میں انہوں نے میری ذات پر اور میرے کام پر اپنے اعتراضات تفصیل کے ساتھ کیے تھے جماعت کے سامنے پیش کر دی اور ہر اعتراض کا جو جواب میرے پاس تھا وہ بھی بیان کر دیا۔ پھر رفقاء سے عرض کیا کہ دونوں پہلوؤں کا بے لاگ موازنہ کر لیں اور آزادی کے ساتھ فیصلہ کریں کہ جس شخص کو انہوں نے ایک سال پہلے اپنا رہنما منتخب کیا تھا وہ اب بھی اُن کی نگاہ میں اس لائق ہے یا نہیں کہ وہ اس کو رہنما تسلیم کریں۔ جماعت کی طرف سے اس سوال کا جواب اثبات میں تھا۔

(مجھے افسوس ہے کہ یہ تحریر جس کا تعلق تنہا میری ذات سے نہیں بلکہ دراصل جماعت اور تحریک سے ہے مجھ کو بصیغۂ راز دی گئی ہے اور ابھی تک اس کے مصنف اسے پرائیویٹ رکھنے ہی پر مصر ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اسے اور اپنے جواب کو بلا تامل شائع کر دیتا)

مجلس شوریٰ کے فیصلے۔

اس کے بعد مجلس شوریٰ نے جماعت کی تنظیم اور آئندہ کے کام کے متعلق بھی ضروری امور پر غور کیا اور حسب ذیل مسائل طے کیے۔

(۱) جماعت کی تنظیم کے لیے ابتداءً پنجاب، یوپی، بہار اور دکن کے جو بڑے بڑے حلقے بنائے گئے تھے اور جن پر مولانا محمد منظور صاحب، مولانا

امین احسن صاحب اصلاحی، مولانا سید محمد جعفر صاحب اور مولانا صبغۃ اللہ صاحب وغیرہ حضرات کو امیر مقرر کیا گیا تھا۔ ان کو باستثنا رحلقہ دکن توڑ دیا گیا۔ آئندہ سے ان تمام حلقوں کی مقامی جماعتوں کا تعلق براہ راست مرکز سے رہے گا۔ البتہ صرف دکن کی جماعتیں مولانا صبغۃ اللہ صاحب کی نگرانی میں کام کرتی رہیں گی۔

(۲) جماعت کے نظام میں احتیاط کی کوششوں کے باوجود ایک معتدبہ تعداد ایسے لوگوں کی داخل ہوگئی ہے جن کی ذہنی، اخلاقی و دینی حالت اس جماعت کی رکنیت کے لیے کسی طرح موزوں نہیں ہے۔ ایسے ارکان کی اصلاح خیال و اصلاح حال کے لیے ایک مناسب مدت (جس کا تعیّن ہر شخص کی حالت کے لحاظ ہی سے ہو سکتا ہے) مقرر کی جائے اور اس دوران میں اصلاح کی پوری کوشش کی جائے۔ اور اگر اصلاح نہ ہو سکے تو ان سے درخواست کی جائے کہ اس وقت تک نظامِ جماعت سے باہر رہیں جب تک وہ کم از کم اس معیار پر نہ پہنچ جائیں جو اس جماعت کی رکنیت کے لیے مطلوب ہے۔ نیز آئندہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی شخص کو اس وقت تک جماعت میں نہ لیا جائے جب تک کہ وہ جماعت کے مسلک سے پوری طرح واقف نہ ہو جائے اور اس کی زندگی میں عملاً نمایاں تبدیلی نہ ہو۔

(۳) مرکز میں تعمیری کام کے لیے امیر جماعت نے جو نقشہ بنایا ہے اسے مجلس شوریٰ پسند کرتی ہے۔

حساب آمد و خرچ جماعت اسلامی از یکم ستمبر ۴۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۹۴۲ء

تفصیل آمد	پائی-آنہ-روپیہ	تفصیل خرچ	پائی-آنہ-روپیہ
بقایا باختتام اگست ۱۹۴۱ء	۷۴-۱۴-۰	معاوضہ کارکنان	۶۷۴-۰-۰
فروخت کتب	۷۲۱۳-۱۵-۹	اشتہار	۲۵-۸-۰
اعانت اہل خیر	۵۹۴۲-۱۲-۹	اسٹیشنری	۹۸-۴-۶
زکوٰۃ و صدقات واجبہ	۹۱۶-۱۰-۳	سفر خرچ	۲۸۶-۲-۰
قرض	۲۱۴۱-۰-۰	مہمان خانہ	۴۹۵-۱۳-۶
وصول قرض	۱۵۰-۲-۶	طباعت کتب[1]	۵۳۶۵-۱۵-۳
متفرق	۶۶۴-۱۳-۳	پریس[2]	۳۱۳۷-۱-۳
		قرض جو بعض ارکان ادارہ کو دیا گیا	۲۵۱-۲-۶۱
		ادائے قرض[3]	۱۴۴۳-۰-۰
		عربی تراجم[4]	۲۰-۰-۰
		اعانت اہل حاجت	۱۵۰-۴-۰
		خرچ ڈاک	۵۸۹-۱۰-۶
		کتب ایجنسی	۱۱۹۵-۰-۰
		متفرق	۲۵۳-۱۳-۶
		میزان	۱۳۹۶۳-۱۱-۰
		بقایا باختتام دسمبر ۴۲ء	۳۰۴۱-۱۰-۶
میزان	۱۷۰۰۵-۵-۶	کل میزان	۱۷۰۰۵-۵-۶

[1] ختم سال پر حسابات کی جانچ سے ۷۵ روپیہ ۲ر کاغذ کے حساب میں زائد نکلے اور (باقی صفحہ ۷۸ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷ سے) انہیں متفرق آمدنی میں شامل کردیا گیا۔ اس طرح طباعت کتب کے واقعی مصارف ۵۳۰۸-۱۳-۳ ہیں۔

؎۲ پریس کی خریداری اور حمل ونقل اور ضروریات کی فراہمی کے سلسلہ میں جو رقمیں علی الحساب دی گئی تھیں ان میں سے ۲۵۰ روپے بعد میں واپس ہو گئے اور متفرق آمدنی میں شامل کر لیے گئے۔ اس طرح پریس کے حقیقی مصارف ۳۶۸۷-۱-۳ ہیں۔

؎۳ نقد ادائیگی کے علاوہ ایک صاحب کے قرض میں ۱۲ روپے بصورت کتب بھی ادا کیے گئے ہیں۔ اس طرح جماعت کے ذمہ واقعی قرض ۶۸۶ روپے ہیں۔

؎۴ سال کے آواخر میں مولانا ابوالحسن علی صاحب کے زیر نگرانی جماعت کے لٹریچر کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا کام شروع کردیا گیا ہے۔ ترجمے سب بلا معاوضہ کیے جارہے ہیں۔ یہ رقم تبییض (مسودے صاف کرانے) اور ممالک عربیہ کے اخبارات و رسائل سے مراسلت پر صرف ہوتی ہے۔

؎۵ اس کے علاوہ جماعت کے بکڈپو میں ختم سال پر تقریباً چھ ہزار روپیہ کی کتابیں موجود تھیں اور مختلف تاجران کتب اور بیرونی جماعتوں اور اشخاص کے ذمہ بکڈپو کے ۱۷۲۲ روپیہ ایک آنہ چھ پائی واجب الادا تھے۔

رفتارِ کار

از ابو الاعلیٰ مودودی امیر جماعت

"جماعت اسلامی" کی رفتارِ ترقی معلوم کرنے کے لیے ارکان کی طرف سے اکثر بے چینی کا اظہار کیا جا رہا ہے اور یہ بے چینی ایک حد تک فطری ہے۔ میں اب تک اس اندیشہ سے اس کو نظر انداز کرتا رہا ہوں کہ کہیں ہمارے کام میں بھی نمائش اور اشتہار کا عنصر داخل نہ ہو جائے اور اللہ کے لیے کام کرنے کے بجائے ہم دنیا کو دکھانے کے لیے کام نہ کرنے لگیں۔ مگر آج محض اس خیال سے اس کا ذکر کرتا ہوں کہ جو رفقاء مرکز سے دُور بیٹھے ہیں اور جن کو معلوم نہیں ہے کہ کام کس رفتار سے ہو رہا ہے، کہیں ان پر مایوسی طاری نہ ہونے لگے۔

تعداد ارکان۔

جماعت کے ارکان کی تعداد اس وقت سات سو کے قریب ہے۔

بیرونی جماعتوں کی طرف سے اب تک پوری فہرستیں نہیں آئی ہیں اس لیے صحیح تعداد متعین نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ اصل تعداد اس تخمینہ سے زیادہ

ہی ہو۔

جماعت کا دائرۂ اثر۔

سندھ، بلوچستان، سرحد، بنگال، بمبئی اور وسط ہند کے علاقے ابھی تک ہماری دعوت سے بہت بیگانہ ہیں۔ زیادہ تر جن علاقوں نے اس کا اثر قبول کیا ہے وہ پنجاب، یوپی، بہار، دکن اور مدراس کے علاقے ہیں۔

جہاں تک لٹریچر کی اشاعت اور ارکانِ جماعت کے کام کی رپورٹوں سے اندازہ کر سکا ہوں، پچھلے ڈیڑھ دو سال میں ہم تقریباً ایک لاکھ آدمیوں تک اپنی آواز پہنچا چکے ہیں اور ان میں سے کم از کم دس فی صدی حصّہ ہماری دعوت سے متاثر ہو چکا ہے۔ غیر مسلموں میں ابھی دعوت کا کام بمنزلۂ صفر ہے، لیکن جو تھوڑی سی کوشش اس سلسلہ میں کی گئی ہے اس کے نتائج مایوس کن نہیں ہیں۔ اس سے اتنا اندازہ تو ضرور ہو گیا کہ غیر مسلم قوموں میں مسلمانوں کے خلاف جو تاریخی اور قومی تعصبات پائے جاتے ہیں وہ انشاء اللہ ہماری اس دعوت کی راہ میں کوئی بڑی رکاوٹ نہ بن سکیں گے۔ عوام اور دیہاتیوں اور محنت پیشہ طبقوں میں بھی ابھی تک کسی بڑے پیمانے پر کام شروع نہیں ہو سکا ہے۔ اس سلسلہ میں ابھی میں خود بھی ابتدائی تجربات کر رہا ہوں اور بعض دوسرے رفقاء بھی اپنے اپنے مقام پر مختلف طریقوں سے کام کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ کچھ زیادہ مدت نہ گزرے گی کہ ان تجربات سے ہم عوام میں تبلیغ کرنے کا ایک مناسب ترین ڈھنگ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

دوسری زبانوں میں لٹریچر کی تیاری۔

دعوت کے لیے اب تک ہم زیادہ تر اردو زبان ہی کو وسیلہ بناتے رہے ہیں اور دوسری زبانوں سے کچھ زیادہ کام نہیں لے سکے ہیں۔ لیکن انگریزی، ترکی، ہندی، تامل، تلنگی اور ملیالم میں لٹریچر کی تیاری کے لیے عملاً کوشش شروع ہو چکی ہے اور اگر اللہ کا فضل شامل حال رہا تو جنگ کے بعد ہم ہندستان اور بیرونِ ہند میں ان زبانوں کے واسطے سے خیالات کی اشاعت شروع کر دیں گے۔

دعوت کے اثرات۔

سب سے بڑی چیز جو ہمارے نزدیک ہر دوسرے نتیجہ سے زیادہ قیمتی ہے وہ یہ ہے کہ اس دعوت کا اثر جہاں جہاں بھی پہنچا ہے، اس نے مردہ ضمیروں کو زندہ اور سوتے ہوئے ضمیروں کو بیدار کر دیا ہے۔ اس کی اوّلین تاثیر یہ ہوئی ہے کہ نفس اپنا محاسبہ آپ کرنے لگے ہیں۔ حلال اور حرام، پاک اور ناپاک، حق اور ناحق کی تمیز پہلے کی محدود مذہبیت کی بہ نسبت اب بہت زیادہ وسیع پیمانہ پر زندگی کے تمام مسائل میں شروع ہو گئی ہے۔ پہلے جو کچھ دینداری کے باوجود کر ڈالا جاتا تھا وہ اب گوارا نہیں ہوتا بلکہ اس کی یاد بھی شرمندہ کرنے لگی ہے پہلے جن لوگوں کے لیے کسی معاملہ کا یہ پہلو سب سے کم قابل توجہ تھا کہ یہ خدا کی نگاہ میں کیسا ہے ان کے لیے اب یہی سوال سب سے زیادہ مقدم ہو گیا ہے۔ پہلے جو دینی حس اتنی کند ہو چکی تھی کہ بڑی بڑی چیزیں بھی نہ کھٹکتی تھیں

اب وہ اتنی تیز ہو گئی ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی کھٹکنے لگی ہیں۔ خدا کے سامنے ذمہ داری و جواب دہی کا عقیدہ اب احساس بنتا جا رہا ہے اور بہت سی زندگیوں میں اس احساس سے نمایاں تبدیلی ہو رہی ہے۔ لوگ اب اس نقطۂ نظر سے سوچنے لگے ہیں کہ دنیا کی زندگی میں جو کچھ سعی و عمل وہ کر رہے ہیں وہ آیا خدا کی میزان میں کسی قدر وزن کی حامل ہو سکتی ہے یا محض ھَبَآءً مَّنثُورًا بن جانے والی ہے۔ پھر الحمد اللہ اس دعوت نے جہاں بھی نفوذ کیا ہے بے مقصد زندگیوں کو با مقصد بنایا ہے اور صرف ان کے مقصد زندگی ہی کو نہیں بلکہ مقصد تک پہنچنے کی راہ کو بھی ان کی نگاہوں کے سامنے بالکل واضح کر دیا ہے۔ خیالات کی پراگندگی دُور ہو رہی ہے۔ فضول اور دور از کار دلچسپیوں سے دل خود ہٹ رہے ہیں۔ زندگی کے حقیقی اور اہم تر مسائل مرکزِ توجہ بن رہے ہیں۔ فکر و نظر ایک منظم صورت اختیار کر رہی ہے اور ایک شاہراہ مستقیم پر حرکت کرنے لگی ہے۔ غرض بحیثیت مجموعی وہ ابتدائی خصوصیات اچھی خاصی قابلِ اطمینان رفتار کے ساتھ نشوونما پا رہی ہیں جو اسلام کے بلند ترین نصب العین کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے اوّلاً لازماً مطلوب ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ جو کچھ ہونا چاہیئے تھا اس کے لحاظ سے، جو کچھ ہوا وہ بہت کم ہے۔ لیکن اس کمی کا احساس اگر کسی شخص کو مایوس ہو کر بیٹھ جانے پر آمادہ کرتا ہے تو اس کو متنبّہ ہو جانا چاہیئے کہ اس قسم کے احساسات ہمیشہ نزغِ شیطانی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ احساس اس کو تلافیٔ مافات

کے لیے سعی و جہد پر ابھارتا ہے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور جو کچھ کمی وہ محسوس کرتا ہے اسے پورا کرنے کے لیے مستعدی کے ساتھ کام کرنا چاہیئے۔ جہاں تک یہ کمی ہماری کوتاہیوں کے سبب سے ہے اس پر ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں اور آئندہ زیادہ خدمت کی توفیق مانگتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہماری کوتاہیاں ہی اس کمی کا واحد سبب نہیں ہیں، بلکہ اس کے کچھ اور اسباب بھی ہیں جن پر ہمیں کوئی اقتدار حاصل نہیں۔

رکاوٹیں اور مشکلات

(۱) جنگی حالات کی گرفت:۔ سب سے پہلا اور اہم سبب جو ہمارے راستہ میں غیر معمولی رکاوٹ پیدا کر رہا ہے، موجودہ جنگ ہے۔ ہمارے رفقاء اکثر کام کی سست رفتاری دیکھ کر یاس و قنوط کے شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کو یاد نہیں رہتا کہ ہم نے کام کی ابتدا ہی جنگ کے زمانہ میں کی ہے اور آغاز کار سے لے کر اب تک جنگی حالات کی گرفت شدید تر ہی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اوّل تو ایک نظام تمدن و سیاست جو پوری ہمہ گیری کے ساتھ محیط و مسلط ہو، اپنے دائرے میں ویسے ہی کسی مخالف دعوت کے لیے اٹھنے اور پھیلنے کی گنجائش بہت کم چھوڑتا ہے مگر خصوصیت کے ساتھ جب وہ ایک بیرونی طاقت سے حیات و موت کی کشمکش میں مبتلا ہو، اس کے حدود میں رہ کر اس نوعیت کی ایک دعوت شروع کرنا، جیسی کہ ہم کر رہے ہیں، اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ نظام غالب اس وقت زمین اور اس کے تمام ذرائع پر شدت کے ساتھ قابض ہے اور اپنے بقاء کے لیے تمام وسائل کو اس طرح

استعمال کر رہا ہے کہ دوسروں کے لیے معمولی اسباب حیات تک نہیں چھوڑنا چاہتا۔ ان حالات میں ان تحریکوں کے لیے بھی جینا محال ہو رہا ہے جو سالہا سال سے چل رہی تھیں اور گہری بنیادوں پر قائم ہو چکی تھیں۔ پھر کس طرح توقع کی جا سکتی ہے کہ ایک ایسی تحریک جو اس نظام کی بالکل ضد ہے اور جس نے عین جنگ میں جنم لیا ہے آسانی کے ساتھ جڑ پکڑ سکے گی اور تیز رفتاری کے ساتھ چل سکے گی۔

(۲) ذرائع کی کمی :۔ دوسری بڑی رکاوٹ ہماری راہ میں ذرائع کی کمی ہے۔ تشکیل جماعت کے وقت ہمارے پاس صرف ۷۴ روپے کا سرمایہ تھا اور دو ہزار روپے کی کتابیں ہمارے بکڈپو میں موجود تھیں۔ اتنے قلیل ذرائع سے ہم نے اس عظیم الشان کام کی ابتدا کی تھی جس کا مقصد پورے نظامِ زندگی کو بدل ڈالنا تھا۔ جماعت میں جو لوگ داخل ہوتے وہ بیشتر غریب تھے اور اب تک خوشحال عنصر ہمارے اندر ایک فی صدی سے زیادہ نہیں ہے۔ اس لیے ارکانِ جماعت کی طرف سے اس کام میں کوئی قابل ذکر مالی اعانت ہمیں حاصل نہیں ہو سکی۔ عام اہلِ خیر سے مدد لینے میں جن اصولوں کی ہم پابندی کرتے ہیں وہ بھی ایسے نہیں ہیں کہ ہم بڑے پیمانہ پر کوئی مستقل مالی اعانت حاصل کرنے کی توقع کر سکیں۔ صرف ایک مستقل ذریعہ ہمارے پاس جماعت کا بک ڈپو ہے جس کے بل بوتے پر ہم اطمینان کے ساتھ کام کر سکتے ہیں، چنانچہ اب تک میں نے زیادہ تر توجہ اسی ذریعہ کو ترقی دینے پر صرف کی ہے اور دوسرے کام شروع کرنے سے قصداً

احتراز کیا ہے۔ تاکہ کوئی قدم آگے بڑھنے کے بعد پیچھے نہ پڑنے پائے۔ اگر جنگی حالات زیادہ شدت اختیار نہ کر گئے ہوتے تو بک ڈپو اس وقت اس حد تک ترقی کر چکا ہوتا کہ اس کی مدد سے ہم دوسری تجویزوں پر عمل شروع کر دیتے، لیکن موجودہ حالات نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ اپنے تمام ذرائع اور اپنی ساری قوتیں بک ڈپو کی زندگی برقرار رکھنے پر صرف کر دیں۔

(۳) مردانِ کار کی کمی:۔ تیسری اہم رکاوٹ مردانِ کار کی کمی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک شخص تنہا اپنی ذات سے پورا ادارہ نہیں بن سکتا۔ بڑے بڑے اجتماعی کام صرف اسی طرح ہو سکتے ہیں کہ قیادت و رہنمائی کا کام جس شخص کے سپرد ہو اس کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے عمدہ صلاحیتیں رکھنے والے چند آدمی موجود ہوں جو ایک ایک شعبہ کا کام پوری ذمہ داری کے ساتھ سنبھال سکیں۔ اس قسم کے آدمی مجھے ابھی تک میسر نہیں آئے ہیں۔ سات سو آدمیوں کی یہ جماعت، جو گذشتہ ڈیڑھ پونے دو سال کی دعوت و تبلیغ سے فراہم ہوئی ہے، یہ ابھی بالکل ابتدائی حالت میں ہے۔ یہ محض ایک موادِ خام ہے جو آئندہ کی تعمیر کے لیے جمع کیا گیا ہے۔ ابھی اجزاءِ مختلفہ کے اس مجموعہ نے کوئی ترکیبی مزاج اختیار نہیں کیا ہے۔ ابھی اس کے اجزاء کو جانچنے اور چھانٹنے اور ان کی صلاحیتوں کا جائزہ لینے اور ہر صلاحیت کے جز کو اس کی مناسب جگہ پر رکھنے کا کام باقی ہے۔ یہ کام زیادہ آسان ہوتا اگر جنگی مشکلات حائل نہ ہوتیں اور بار بار ارکانِ جماعت کے اجتماعات کیے جا سکتے، یا کم از کم چار پانچ آدمی مجھے ایسے مل گئے ہوتے جن پر مرکز کے

کاموں کا بوجھ ڈال کر میں خود پے درپے دورے کر سکتا۔ مگر جو حالات اس وقت درپیش ہیں اُن میں نہ تو اجتماعات ہی ہو سکتے ہیں اور نہ میں خود جگہ جگہ پہنچ کر ارکانِ جماعت سے شخصی روابط قائم کر سکتا ہوں اس لیے اب تک میں پوری طرح جماعت کا جائزہ لے کر یہ معلوم نہیں کر سکا ہوں کہ ہمارے رفقاء میں کن کن صلاحیتوں کے لوگ موجود ہیں اور ان سے کیا کام لیے جا سکتے ہیں۔ جن رفقاء کی صلاحیتوں کا مجھے علم ہو چکا ہے ان سے کام لینے میں بھی متعدد امور مانع ہیں۔ ان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو فکرِ معاش سے بے نیاز ہو۔ ان کا پورا وقت اگر جماعت کی خدمت کے لیے حاصل کیا جائے تو ان کے معاش کا انتظام جماعت کو کرنا چاہیئے مگر جماعت کے ذرائع اس بار کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کو مرکز میں بُلا کر یہ چاہوں کہ اپنی معاش وہ خود پیدا کریں اور جماعت کا کام بھی ساتھ ساتھ کریں تو یہ بھی ممکن نہیں، کیونکہ موجودہ معاشی نظام اتنا نالائق ہے کہ یہ کسی کو دو وقت کی روٹی نہیں دیتا جب تک کہ اس کا سارا وقت اور اس کی تمام قوتیں سونت نہ لے۔

(۴) کارکنوں کا غیر تربیت یافتہ ہونا: ان موانع کے سوا ایک اور چیز بھی ہے جس کی وجہ سے اب تک نہ تو کام کی رفتار ہی تیز ہو سکی ہے اور نہ اتنا بہتر کام ہو سکا ہے جیسا ہونا چاہیئے تھا۔ وہ یہ ہے کہ ابھی ہمارے ارکان کی تربیت بالکل ابتدائی حالت میں ہے۔ بہت کم ارکان ہیں جنہوں نے اس جماعت کے مزاج اور اس کے مقصد اور طریقِ کار

کو اچھی طرح سمجھا ہو اور جو یہ جانتے ہوں کہ انہیں کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے۔ بیشتر لوگ جو ہمارے حلقہ میں داخل ہوتے ہیں، بہت زیادہ تربیت کے محتاج ہیں۔ ان میں سے متعدد لوگ ایسے ہیں جو محض وقتی اور جزئی کشش کی بنا پر جماعت کے اندر داخل ہو گئے ہیں مگر ان کی ذہنیت، سیرت و اخلاق اور راہِ سعی و عمل میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جو "عمل" اور "تنظیم" کے وہی تصورات ابھی تک اپنے ذہن میں لیے ہوتے ہیں جو پہلے کی جماعتوں کو دیکھ کر یا ان کے اندر کام کر کے انہوں نے اخذ کیے تھے۔ وہ بار بار اسی قسم کے "عمل" اور اسی طرز کی "تنظیم" کے مطالبے کرتے ہیں اور ان کے ذہن ابھی تک اس حقیقت کا ادراک نہیں کر سکے ہیں کہ مصنوعی تنظیم اور مظاہرے کے عمل کے سوا تنظیم اور عمل کی کچھ دوسری قوی تر صورتیں بھی ہیں اور اسلامی تحریک کے مزاج سے وہی زیادہ مناسبت رکھتی ہیں۔ کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اصولی حیثیت سے تو تمام باتیں اچھی طرح سمجھ لی ہیں مگر ابھی تک عملی طریق کار ان کی سمجھ میں پوری طرح نہیں آیا ہے۔ ان کی حالت اس طالب علم کی سی ہے جس نے صرف کتاب سے میکانکس کا علم حاصل کیا ہو مگر جب مشین سے اس کو سابقہ پیش آئے تو وہ اس کے سامنے اپنے آپ کو بالکل مبتدی محسوس کرے۔ جماعت کی اکثریت ان مختلف حالتوں میں مبتلا ہے۔ رہے وہ قلیل التعداد ارکان جو خلاصہ جماعت ہیں تو ان کو بھی ابھی چند ارتقائی مدارج سے گذرنا ہے۔ وہ خوب

سمجھ چکے ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے، اور حتی الامکان کام کر بھی رہے ہیں لیکن انہیں اپنی قوتوں اور قابلیتوں کو، جن کا نشوونما اب تک کسی اور ڈھنگ پر ہوتا رہا ہے اور جن کو کسی اور طرز پر اب تک استعمال کیا جاتا رہا ہے" اوور ہال" کر کے از سرِ نو مرتب کرنا پڑ رہا ہے اور یہ ترتیب جدید بہرحال ابھی کافی وقت لے گی۔ ان میں جو مقرر تھے اور اچھے مقرر تھے، اس جماعت کے اندر آنے کے بعد یکایک وہ گونگے ہو گئے ہیں کیونکہ ان کی زبان اب تک جس راہ پر چلتی رہی تھی، یہ راہ اس سے بہت مختلف ہے اور اس راہ میں بولنے کے لیے انہیں زبان کو بالکل نئے سرے سے تیار کرنا ہے۔ یہی حال ادیبوں، مصنفوں، معلموں، پبلک کارکنوں اور دوسری قابلیتوں کے رفقاء کا ہے کہ ہر ایک اس جماعت میں آنے کے بعد اپنی شخصیت کو تبدیل کرنے میں لگا ہوا ہے اور یہ تبدیلی جب تک مکمل نہ ہو لے، یہ لوگ جماعتی عمل میں اپنا پورا حصہ ادا کرنے سے معذور ہیں۔

ان اسباب پر غور کرنے سے کام کی رفتار سست اور غیر محسوس ہونے کے وجوہ اچھی طرح سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ جو عظیم الشان مقصد ہمارے سامنے ہے اور جن زبردست طاقتوں کے مقابلہ میں ہم کو اٹھ کر اس مقصد کے لیے کام کرنا ہے، اس کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم میں صبر ہو، تدبر اور معاملہ فہمی ہو اور اتنا مضبوط ارادہ موجود ہو جس سے ہم دور رس نتائج کے لیے لگاتار ان تھک سعی کر سکیں۔ بے صبری کے ساتھ جلدی جلدی نتائج

برآمد کرنے کے لیے بہت سے ایسے سطحی کام کیے جا سکتے ہیں جن سے ایک وقتی ہلچل برپا ہو جائے۔ لیکن اس کا کوئی حاصل اس کے سوا نہیں ہے کہ کچھ دنوں تک فضا میں شور رہے اور پھر ایک صدمہ کے ساتھ سارا کام اس طرح برباد ہو کہ مدت ہائے دراز تک دوبارہ اس کا نام لینے کی بھی کوئی ہمت نہ کر سکے۔

(ترجمان القرآن۔ ربیع الاوّل سنہ ۶۲ھ)

تحریک اسلامی پاکستان
مردان

رُوداد اجتماع دربھنگہ

از سیّد عبدالعزیز صاحب شرقی

حسبِ اعلان ۲۱، ۲۲، ۲۳ اکتوبر ۴۳ء کو مشرقی یوپی اور بہار کے ارکان جماعت کا اجتماع دربھنگہ میں منعقد ہوا جس میں حسب ذیل ارکان شریک ہوئے۔

مرکز سے مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب (امیر جماعت) اور سیّد عبدالعزیز شرقی۔ لاہور سے جناب نصراللہ خاں صاحب عزیز، مدیر مسلمان۔ الٰہ آباد سے ڈاکٹر نذیر علی صاحب زیدی، محمد اسحاق صاحب و عبدالرشید صاحب۔ سرائے میر سے مولانا امین احسن صاحب و مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی۔ پٹنہ سے مولانا مسعود عالم صاحب ندوی، تقی الدین صاحب نعمانی، حافظ محمد عثمان صاحب، ڈاکٹر نورالعین صاحب اور ڈاکٹر غیاث الدین صاحب۔ مونگیر سے فضل الرحمان صاحب (سابق وکیل)، دربھنگہ سے سیّد محمد حسین صاحب جامعی۔

ارکان کے علاوہ آٹھ دس ہمدردان جماعت بھی مختلف مقامات سے

آ گئے تھے۔

اجتماع کے لیے دربھنگہ کی آبادی سے ڈیڑھ دو میل دور سبز کھیتوں کے درمیان ایک الگ تھلگ مقام تجویز کیا گیا تھا تاکہ سکون کے ساتھ کام کیا جا سکے۔ ۱۲ اکتوبر کی صبح کو پہلی نشست ہوئی۔ تلاوت قرآن کے بعد سب سے پہلے ارکانِ جماعت کا ایک دوسرے سے تفصیلی تعارف ہوا۔

اِفتتاحی تقریر

اس کے بعد مولانا مودودی صاحب نے افتتاحی تقریر کی جس میں حسب ذیل امور پر روشنی ڈالی:۔

۱۔ تحریک اس وقت کس مرحلہ پر ہے؟

۲۔ کس نوعیت کی مشکلات در پیش ہیں؟

۳۔ مالی حالات کیسے ہیں؟

۴۔ کام کو کس نقشہ پر آگے بڑھانا مدنظر ہے؟

۵۔ ہماری تحریک اور دوسری تحریکوں کی نوعیت میں فرق کیا ہے؟

۶۔ کس کس قسم کے کام اصل انقلابی حرکت سے پہلے کرنے ضروری ہیں؟

۷۔ بعض ارکانِ جماعت میں جو سرد مہری پائی جاتی ہے اس کے اصل وجوہ کیا ہیں؟

۸۔ کن غلط فہمیوں کے ماتحت محدود پروگراموں کا مطالبہ کیا جا رہا ہے؟

پوری تقریر کو لفظ بلفظ یہاں نقل کرنا تو مشکل ہے البتہ جماعت کی رہبری کے لیے تقریر کے ضروری حصص یہاں پیش کیے جاتے ہیں:۔

توسیع دعوت کے سلسلے میں قابل توجہ امور۔

(۱) "ہماری تحریک اس وقت چند ارتقائی منازل کو عبور کرتی ہوئی اس مرحلہ پر پہنچ گئی ہے کہ جہاں تک ہمارے نصب العین کا تعلق ہے، ہندوستانی[1] مسلمانوں کی مختلف جماعتیں اس سے متاثر ہو چکی ہیں اور وہ بات جسے تین چار سال پہلے ہماری مذہبی و سیاسی جماعتیں زبان پر لانے کے لیے تیار نہیں تھیں، اب اسے بیشتر جماعتیں اپنا نصب العین قرار دینے لگی ہیں۔ لیکن یہ چیز ہمارے لیے خواہ کتنی ہی باعث مسرت ہو، ہمیں اس پر مطمئن نہیں ہو جانا چاہیے، کیونکہ جہاں تک مسلم جماعتوں کا تعلق ہے، وہ جس آسانی سے اس نصب العین کو قبول کر لیتی ہیں اس آسانی سے اس نصب العین کے مخصوص طریق کار اور ذمہ داریوں اور اخلاقی مقتضیات کو قبول نہیں کر سکتیں۔ اس وقت یہ خطرہ درپیش ہے کہ کہیں یہ نصب العین ہنگامہ پسند جماعتوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر نہ رہ جائے اور وہ اس کو ایک سنجیدہ مقصد حیات کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کرنے کے بجائے ایک اضحوکہ نہ بنا دیں۔ لہٰذا اب زور اس پہلو پر دینے کی ضرورت ہے کہ اس نصب العین کے لیے جدوجہد کرنا تو درکنار، اس کا نام زبان پر لانے کے

---

[1] یہ یاد رہے کہ یہ روداد تقسیم ملک سے قبل اکتوبر ۱۹۴۳ء کے اجتماع کی ہے۔

لیے بھی اعلیٰ کیرکیٹر ضروری ہے۔ اس پہلو سے نشر افکار کی مہم اس زور سے شروع ہو جانی چاہیئے کہ حکومت الٰہیہ کا نعرہ بلند کرنے والی جماعتیں دیانت دارانہ طریقہ سے اخلاقی ذمہ داریوں کو قبول کرنے پہ مجبور ہوں اور اس نعرہ کے مطابق کام کریں، یا اگر انہیں کسی دوسرے راستہ ہی پہ چلنا ہو تو عوام فریبی سے باز آجائیں۔

(۲) خطرہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ پچھلے پچیس تیس سال سے مسلمانوں کی سیاسی تربیت بہت غلط طرز پہ ہوتی رہی ہے۔ ان کی مستقل اجتماعی خصلت یہ بن گئی ہے کہ ایک تخیل پہ ٹھوس کام کرنے کے بجائے کسی نقشۂ کار (Plan) کو مرتب کیے بغیر شور مچا دیتے ہیں۔ یہ غلط طرز تحریک جو جمود سے کچھ کم مضر نہیں ہے بہت مقبول عوام ہے لیکن ہم اسے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں تحریک کا پورا نقشۂ کار مرتب کرنے سے پہلے دعوت کو ہنگامہ پسند عوام تک پہنچانے سے احتراز کرنا ہے۔ خوب سوچ لیجئے کہ جس میدانِ جنگ میں آپ اتر رہے ہیں اس میں دشمن کے مورچے کدھر کدھر اور کس ترتیب سے پھیلے ہوئے ہیں اور اس کے مقابلہ میں آپ کو کس طرز پہ مورچہ بندی کرنی ہے آپ کے کمزور پہلو کون کون سے ہیں، آپ کی جمعیت کو کس کس پہلو سے مضبوط ہونا چاہیئے، پیش قدمی کدھر سے ہو اور کس رفتار سے ہو۔ غرض یہ کام ہلڑ مچانے سے نہیں ہوگا اس کے لیے تو ایک ہوشیار جنرل کی دوربینی و وسیع النظری اور اس کے ساتھ ایک نظامِ اطاعت میں جکڑی ہوئی

جمعیت کی جدوجہد مفید مطلب ہے۔

(۳) موجودہ مرحلہ کی نزاکت کچھ اس وجہ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ جہاں تک بنیادی افکار کا تعلق ہے ان کو پھیلانے میں تو ہم بڑی حد تک کامیاب ہو چکے ہیں، لیکن ہمارے پاس ایسی سیرت اور ایسی اعلیٰ قابلیت رکھنے والا ایک منظم گروہ مہیا نہیں ہو سکا ہے جو دنیا کے سامنے اس عملی تفصیلات کو پیش کر سکے جن کی مانگ ہمارے ان افکار پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے والے لوگوں میں فوراً پیدا ہو جاتی ہے۔ جب لوگ ہم سے اجتماعی زندگی کا وہ تفصیلی نقشہ مانگنے لگتے ہیں جو ہمارے نظام فکر کی بنیاد پر بننا چاہیے تو ہم اسے پیش کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ محض اس لیے کہ ان تفصیلات کو مرتب کرنا ایک شخص واحد کے بس کا کام نہیں ہے بلکہ اس کے لیے صاحب فکر محققین کا ایک گروہ درکار ہے جو بہم محنت اور کاوش سے اس کام کو انجام دیتا رہے۔"

(۴) ہماری دعوت پر لبیک کہنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد روشن اور تاریک دونوں پہلو رکھتی ہے۔ روشن پہلو یہ ہے کہ ہماری طرف مسلمانوں کا وہی عنصر کھینچ رہا ہے جو صالح اور کارآمد ہے۔ ہماری پکار پر جو لوگ نحن انصار اللہ کہہ کر جمع ہو رہے ہیں ان میں ایک نہایت خوش گوار اخلاقی تغیر پایا جاتا ہے۔ لیکن اس روشن پہلو کے ساتھ تاریک پہلو یہ ہے کہ ارکانِ جماعت میں صبر اور اپنے مقصد سے گہری وابستگی اور اپنے "ہولناک عہد" کی ذمہ داریوں کے احساس میں کمی پائی جاتی

ہے جس کی وجہ سے بہت جلدی سرد مہری پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے اگر پیہم اکسانے اور گرمانے کا سلسلہ جاری نہ رہے۔ گویا اگر اکسانے والا نہ ہو اور کوئی دلچسپ کام ان کو فوراً نہ بتادیا جائے تو اِنْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ کی صورت بہت آسانی سے رونما ہو سکتی ہے۔ ہمارے ارکان میں یہ تصوّر پوری شدّت کے ساتھ کارفرما نہیں ہے کہ شعور و ادراک اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ شہادتِ توحید و رسالت ادا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کا عہد کسی شخص یا جماعت کے ساتھ نہیں بندھ رہا ہے بلکہ خدا کے ساتھ بندھ رہا ہے اور اس شہادت کے ساتھ جو نصب العین خود بخود مسلمان کی زندگی کا قرار پا جاتا ہے اس کے لیے کام کرنا شہادت ادا کرنے والے کا اپنا فریضہ بن جاتا ہے۔ دوسرا ایک تاریک پہلو ہمارے جماعتی نظام میں یہ ہے کہ اطاعتِ امر میں کمی پائی جاتی ہے۔ نیز ارکان جماعت میں باہم وابستگی اور تعاون میں نمایاں ترقی نہیں ہوئی اور ابھی تک ایسے لوگ ہم کو نہیں ملے ہیں جو مقامی امارتوں کے فرائض اچھی طرح سمجھیں اور مقامی جماعتوں کے ارکان سے صحیح طرز پر کام لے سکیں۔

ہماری مشکلات۔

مشکلات کا جائزہ لینے سے تین چیزیں بہت نمایاں نظر آتی ہیں۔

اوّلاً ہمارے پاس مردانِ کار کی بہت کمی ہے۔ دوسرے ذرائع وسائل بہت محدود ہیں اور جنگ کی معاشی تاخت نے تو انہیں صفر کے درجے

"تک پہنچا دیا ہے۔ تیسری مشکل جو اسی دوسری مشکل سے پیدا ہوئی ہے یہ ہے کہ تعمیری کام کرنے والے لوگوں کا جو محدود سا ذخیرہ جماعت کے ہاتھ آیا ہے وہ بالکل منتشر ہے اور اسے سمیٹنے کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ کچھ پرزے ہیں جو ہندوستان کے حدود میں بکھرے پڑے ہیں۔ انہیں جمع کر کے جوڑ دینے کی اسکیم بر سرِ عمل نہیں آرہی یہی وجہ ہے کہ نہ تو مرکز کا فکری "پاور ہاؤس" مکمل ہو سکا ہے، نہ عملی کارروائیوں کی ضروری مشین باضابطہ طور پہ نصب ہو سکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس صورتِ حالات کے بعض اسباب پر ہماری دسترس نہیں ہے لیکن جماعت اس ذمہ داری سے بالکل بری بھی نہیں ہے۔ ہمارے رفقاء میں مالی ایثار کا جذبہ بہت کم بلکہ صفر کے برابر ہے۔ ابھی تک اپنے مقصدِ حیات کے لیے روپیہ صرف کرنا لوگوں نے نہیں سیکھا اور انفاق فی سبیل اللہ کا ولولہ ناپید ہے۔ ممکن ہے کہ اگر دوسری جماعتوں کی طرح چندہ کی اپیلوں سے لوگوں کو ٹھیلا جاتا رہے اور اُدْخِلْ یَدَکَ فِیْ جَیْبِکَ کی صدا لگائی جاتی رہے تو یہ کمی پوری ہو جائے لیکن ہم اسے پسند نہیں کرتے کہ لوگ خارجی تحریک کے محتاج ہو کر رہ جائیں۔ ہماری تحریک کا مخصوص مزاج یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ کیا جائے اندرونی تحریک سے کیا جائے۔ جس طرح ایک فرد اپنی بقاء کے لیے بغیر کسی خارجی تحریک کے معدہ کو غذا بہم پہنچاتا ہے اسی طرح جماعت کو اپنے جماعتی معدہ بیت المال کی بھوک کا خود احساس کرنا چاہیئے ورنہ زندگی کی حرکت زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکے گی۔

یہ صحیح ہے کہ ہمارے ارکان بیشتر وہی لوگ ہیں جو معاشی اعتبار سے کچھ زیادہ خوش حال نہیں ہیں لیکن اس امر کو نہ بھولنا چاہیئے کہ اس دعوت نے کبھی بھی آغاز میں زیادہ خوش حال لوگوں کو اپیل نہیں کیا ہے۔ پہلے بھی زیادہ تر ایسے ہی لوگ اس کی طرف کھنچتے رہے ہیں جن کی مالی حالت بہتر نہ تھی۔ دراصل مالی ایثار کے جذبہ کا تعلق جیب کے ثقل سے اتنا زیادہ نہیں ہے جتنا دل کی لگن سے ہے۔ اسی لگن میں کمی معلوم ہوتی ہے۔

تاہم مالی حالت بالکل مایوس کن بھی نہیں ہے۔ اس بدحالی کے زمانہ میں بھی کچھ نہ کچھ کام ہو رہا ہے لیکن بیت المال اس پوزیشن میں بھی نہیں ہے کہ کوئی بڑا کام شروع کیا جا سکے۔ جتنی تعمیری اسکیمیں مدِ نظر تھیں معرضِ التوا میں ہیں۔ سب سے بڑا ذریعہ آمدنی بک ڈپو تھا مگر کاغذ کی گرانی اور نایابی اس کی جان کی لاگو ہو گئی ہے۔ باہر سے جو رقمیں اعانت کے لیے بلا طلب آیا کرتی تھیں ۱۹۴۲ء کی بہ نسبت ۱۹۴۳ء میں ان کے اندر نمایاں کمی آ گئی ہے۔ ان حالات کو مدِ نظر رکھ کر ہر رفیق کو اپنی جگہ سوچنا چاہیئے اور اپنے احساس ذمہ داری سے استفتاء کرنا چاہیئے کہ اس کا فرض کیا ہے۔"

ہماری تحریک اور دوسری تحریکوں کا فرق۔

"اکثر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ارکان کو اپنی تحریک اور دوسری تحریکوں کے فرق کا پورا شعور نہیں ہے۔ حالانکہ اس فرق کو اچھی طرح سمجھ

لینے کی ضرورت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریک عام تحریکوں سے بنیادی اختلافات رکھتی ہے! اوّلاً یہ کہ اس کے سامنے پوری زندگی کا مسئلہ ہے، زندگی کے کسی ایک پہلو کا نہیں۔ ثانیاً یہ کہ خارج سے پہلے یہ باطن سے بحث کرتی ہے۔ جہاں تک پہلے پہلو کا تعلق ہے ہمارے سامنے کام اتنا بڑا اور اہم ہے جو اسلامی تحریک کے سوا دنیا کی کسی تحریک کے سامنے نہیں ہے اور ہم اس جلد بازی کے ساتھ کام نہیں کر سکتے جس جلد بازی سے دوسرے کر سکتے ہیں۔ پھر چونکہ ہمارے لیے خارج سے بڑھ کر باطن اہمیت رکھتا ہے اس وجہ سے محض تنظیم اور محض ایک چھوٹے سے ضابطہ بند پروگرام پر لوگوں کو چلانے اور عوام کو کسی ڈھرتے پر لگا دینے سے ہمارا کام نہیں چلتا۔ ہمیں عوام میں عمومی تحریک (Mass - Movement) چلانے سے پہلے ایسے آدمیوں کو تیار کرنے کی فکر کرنی ہے جو بہترین اسلامی سیرت کے حامل ہوں اور ایسی اعلیٰ درجہ کی دماغی صلاحیتیں بھی رکھتے ہوں کہ تعمیرِ افکار کے ساتھ اجتماعی قیادت کے دوسرے فرائض کو سنبھال سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں عوام میں تحریک کو پھیلا دینے کے لیے جلدی نہیں کر رہا ہوں بلکہ میری تمام تر کوشش اس وقت یہ ہے کہ ملک کے اہلِ دماغ طبقوں کو متاثر کیا جائے اور ان کو کھنگال کر صالح ترین افراد کو چھانٹ لینے کی کوشش کی جائے جو آگے چل کر عوام کے لیڈر بھی بن سکیں اور تہذیب و تمدن کے معمار بھی۔ یہ کام چونکہ ٹھنڈے دل سے کرنے کا ہے اور ایک عمومی تحریک کی طرح فوری ہلچل اس میں نظر نہیں آ سکتی ہے اس وجہ سے نہ صرف ہمارے

ہمدرد و ہم خیال لوگ بلکہ خود ہمارے ارکان تک بددل ہونے لگتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ارکانِ جماعت کام کے اس نقشہ کو اچھی طرح سمجھ لیں اور اپنی قوتیں بددلی کی نذر کرنے کے بجائے کسی مفید کام میں استعمال کریں۔

ہمارے پیش نظر نقشہ کار۔

یہ اعتراض بجا ہے کہ کثیر التعداد عوام کو اس نقشہ کے مطابق بلند سیرت بنانے کے لیے مدت مدید درکار ہے۔ مگر ہم اپنے انقلابی پروگرام کو عوام کی اصلاح کے انتظار میں ملتوی کرنا نہیں چاہتے۔ ہمارے پیش نظر صرف یہ نقشہ ہے کہ عوام کی سربراہ کاری کے لیے ایک ایسی مختصر جماعت فراہم کر لی جائے جس کا ایک ایک فرد اپنے بلند کیریکٹر کی جاذبیت سے ایک ایک علاقہ کے عوام کو سنبھال سکے۔ اس کی ذات عوام کا مرجع بن جائے اور کسی مصنوعی کوشش کے بغیر بالکل فطری طریقہ سے عوام کی لیڈر شپ کا منصب اُسے حاصل ہو جائے۔ مگر صرف مرجعیت سے بھی کام نہیں چل سکتا اس سے کام لینے کے لیے دماغی صلاحیتیں بھی ہونی چاہئیں تاکہ ان مرکزی شخصیتوں کے ذریعہ سے عوام کی قوتیں مجتمع اور منظم ہو کر اسلامی انقلاب کی راہ میں صرف ہوں۔ ایک ٹھوس پائیدار اور ہمہ گیر انقلاب کا لازمی ابتدائی مرحلہ یہی ہے۔ اس مرحلہ کو صبر سے طے کرنا ہی پڑے گا۔ ورنہ تحریک کی تباہی ناگزیر ہے۔ اگر موجودہ حالات میں عوام کو اکسا دیا جائے جب کہ عوام کو سنبھال کر لے چلنے والے مقامی رہنما

موجود نہیں ہیں تو عوام بالکل بے راہ روی پر اُتر آئیں گے اور اپنے آپ کو نا اہل لوگوں کے حوالے کر دیں گے۔"

"عمومی تحریک (Mass - Movement) کے آغاز سے پہلے چند تعمیری کام کر لینے ضروری ہیں۔

ایک یہ کہ ہم اپنے تعلیمی پروگرام کی بنا ڈال دیں، کیونکہ ضروری نہیں کہ ہم اپنی زندگی میں اپنے نصب العین تک پہنچ جائیں۔ اس لیے ہمیں ابھی سے یہ فکر کرنی چاہیئے کہ ہم اپنی جگہ اپنے سے بہتر کام کرنے کے لیے آئندہ نسل کو تیار کرنا شروع کر دیں۔

دوسرے ہمیں اہلِ قلم کا ایک ایسا لشکر تیار کر لینا چاہیئے جو علوم و فنون اور ادب کے ہر پہلو سے نظامِ حاضر پر حملہ آور ہو سکے۔ کچھ سیاسی مفکرؔ ہوں جو حال کی کافرانہ سیاست کے مکروہ خدوخال کو خوب نمایاں کریں، کچھ معاشی ماہرین ہوں جو رائج الوقت معاشی تنظیم کے عیوب کو کھولیں، کچھ علمائے قانون کی ضرورت ہے جو انسانی قوانین کی بے اعتدالیوں کو نمایاں کریں، اخلاق و نفسیات کے کچھ حکماء چاہئیں جو عہدِ حاضر کے علم النفس اور علم الاخلاق کی کوتاہ بینیوں کی نشان دہی کریں، اور اس تخریبی کارروائی کے ساتھ یہ لوگ علوم کی نئی تدوین کا تعمیری کام بھی سنبھالیں۔ ان مجتہد مفکرین کو مدد بہم پہنچانے کے لیے ادیبوں، افسانہ نگاروں اور ڈرامہ نویسوں کا ایک گروہ بھی ضرور ہونا چاہیئے جو فکری میدانِ کارزار میں "گوریلا وار" لڑتا ہے۔

تیسرا تعمیری کام ہمیں یہ کرنا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے عمومی تحریک کو چلانے کے لیے کارکنوں اور رضا کاروں کی تربیت کی جائے۔ ہمیں منفردوں سے لے کر خاموش کارکنوں تک بالکل نئی وضع کے کارندے درکار ہیں جن کے اندر خشیتہ اللہ کی روح جاری وساری ہو۔ ان تین شعبوں میں جس کم سے کم تعمیری کام کی ضرورت ہے اس کو انجام دینے سے پہلے یہ توقع نہ رکھنی چاہیئے کہ ہم عوام میں انقلابی دعوت پھیلانے کے لیے کوئی کامیاب اقدام کر سکتے ہیں ؟"

نہ کام کے اس نقشہ کو اب تک سمجھا نہیں گیا ہے اور نہ آنکھیں انہیں تحریکوں سے واقف ہیں جو پچھلے ۲۰، ۲۵ برس سے چلتی رہی ہیں، اس لیے لوگ بجائے اس کے کہ ان پہلوؤں میں اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو تیار کرنے پر اپنی قوتوں کو صرف کریں وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کوئی چلتا پھرتا کام فوراً ہونے لگے اور جب وہ ہوتا نظر نہیں آتا تو ان کے اوپر مایوسی طاری ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ بہت سے ارکانِ جماعت ایسے ہیں جنہوں نے مجھ سے بالمشافہ اور بالمراسلہ یہ سوال کیا ہے کہ ہمارا پروگرام کیا ہے۔ اور ہم کیا کریں ؟ یہ پروگرام کا مطالبہ اور یہ تصور کہ ان لوگوں کو کرنے کے لیے کوئی کام بتایا نہیں گیا، اس کی بنا بھی یہی ہے کہ ہمارے رفقاء ابھی تک پوری طرح نہیں سمجھے ہیں کہ جس تحریک کی خدمت کے لیے اُنہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے اس کی نوعیت کیا ہے۔ درحقیقت مسلمان کو اگر اس امر کا پورا شعور حاصل ہو کہ اس کی حیثیت کیا

رہے اور اس کی ذمہ داری کتنی بھاری ہے تو اسے خود بخود معلوم ہو جائے کہ اس کی پوری زندگی کے لیے ایک ایسا جامع اور ہمہ گیر پروگرام موجود ہے جس پر اگر وہ پورے احساسِ ذمہ داری کے ساتھ عمل کرے تو اسے ایک لمحہ کی فرصت بھی نہیں مل سکتی۔

اسلام کا ہمہ گیر پروگرام

ہر شخص کو بہت سی جسمانی اور ذہنی قوتیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں۔ بہت سے اسبابِ زندگی بطور امانت اس کی تحویل میں دیئے ہیں۔ بہت سے انسانوں کے ساتھ اسے تعلقات کے رشتوں میں باندھا ہے اور ان رشتوں کے لحاظ سے مختلف ذمہ داریاں اس پر عائد کی ہیں۔ خدا کے سامنے ہر شخص کی ذمہ داری اس لحاظ سے ہے کہ وہ اپنی ان قوتوں کو کس طرح استعمال کر رہا ہے اور خدا کی سپرد کی ہوئی امانتوں میں کن طریقوں سے تصرف کر رہا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے پروگرام یہی ہے کہ وہ ہر وقت اپنا حساب لے کر دیکھتا رہے کہ اس عظیم الشان ٹرسٹ کا ٹرسٹی ہونے کی حیثیت سے وہ اپنے فرائض کو کہاں تک انجام دے رہا ہے اور ان میں خدا کے منشاء کو پورا کرنے میں کس حد تک کامیاب ہے؟ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی قوتِ گویائی کے حساب ہی پر متوجہ رہے اور پیہم اس کوشش میں لگا رہے کہ زبان کی طاقت جس مقصد کے لیے اللہ نے اس کو عطا کی تھی اس کو کہاں تک پورا کر رہا ہے اور اس عطیہ کے ساتھ جو ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں ان کو کہاں تک نباہ رہا ہے تو شاید اسی سلسلہ کے پروگرام سے اس

کو اتنی فرصت نہ ملے کہ اس کے بعد کسی دوسرے پروگرام کے پوچھنے کی اس کو ضرورت پیش آئے ۔ یہی حال دوسری بے شمار قوتوں کی ذمہ داریوں کا ہے ۔

اگر میں چند چھوٹے موٹے کاموں کو بطور پروگرام کے آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دوں تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ اُس بڑے اور ہمہ گیر پروگرام سے ، جس کی بے شمار مدات ہیں اور جس پر زندگی کے ہر سانس میں آپ کو عمل کرنا ہے ، آپ غافل ہو جائیں گے اور سمجھیں گے کہ اصل کرنے کے کام وہ چند ہیں جو ایک چھوٹے سے لائحۂ عمل میں آپ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں ۔ اسی لیے میں شدید اور پے در پے مطالبوں کے باوجود ایسی کوئی چیز پیش کرنے سے سخت احتراز کر رہا ہوں اور آئندہ بھی احتراز کر دوں گا ۔

ہر کارکن اس پروگرام کو سامنے رکھ کر اپنا محاسبہ کرے ۔

میری انتہائی کوشش یہ ہے کہ ہر شخص جو جماعت میں داخل ہو وہ اس بڑے پروگرام کو سمجھے اور اس پر عمل درآمد کرے جو شعوری مسلمان ہونے کے ساتھ ہی آپ سے آپ اس کی زندگی کے لیے قرار پا جاتا ہے ۔ مجھے حیرت ہوتی ہے جب میں اپنے رفقا سے بسا اوقات اس قسم کی باتیں سنتا ہوں کہ " ہمارے لیے کرنے کا کام کیا ہے ؟ " میں پوچھتا ہوں کہ کیا اپنی تمام کمزوریوں کو آپ دُور کر چکے ہیں اور اپنے نفس کو کامل طور پر اللہ کا بندہ بنانے میں کامیاب ہو چکے ہیں ؟ کیا ان تمام حقوق کی ادائیگی

سے بھی آپ فارغ ہو چکے ہیں جو اللہ اور اُس کے دین کی طرف سے آپ کے دماغ پر، آپ کے دل پہ، آپ کے اعضاء و جوارح پہ، آپ کی ذہنی و جسمانی قوتوں پہ اور آپ کے مملوکہ اموال پہ عائد ہوتے ہیں ؟ اور کیا آپ کے گرد و پیش کوئی انسان بھی خدا سے غافل یا گمراہ یا دینِ حق سے ناواقف یا اخلاقی پستیوں میں گرا ہوا باقی نہیں رہا ہے جس کی اصلاح کا فرض آپ پر عائد ہوتا ہو ؟ —— اگر ایسا نہیں ہے تو آپ کے اندر یہ تخیل آ کہاں سے گیا کہ آپ کے لیے کرنے کا کام کوئی نہیں رہا ہے اور آپ کو کچھ اور کام بتایا جائے جس میں آپ مشغول ہوں ۔ یہ سارے کام تو ان ہوتے پڑے ہیں جو آپ سے ہر وقت کا شدید انہماک چاہتے ہیں اور اگر آپ ان کو اس طرح انجام دینا چاہیں جیسا کہ ان کا حق ہے تو آپ کو ایک لمحہ دم لینے کی فرصت بھی نہیں مل سکتی ۔ مگر چونکہ آپ کو ابھی تک پچھلی سطحی تحریکوں کے طور طریقوں کی چاٹ پڑی ہوئی ہے اور آپ کے اندر پوری طرح اسلامی تحریک کا احساس بیدار نہیں ہوا ہے اس لیے کام نہ ہونے کی اور پروگرام کے فقدان کی شکایتیں آپ کی زبان پہ آتی ہیں ۔ ان شکایتوں کے دفعیہ کی صحیح صورت میرے لیے یہی ہے کہ کام اور پروگرام بتانے کے بجائے میں آپ لوگوں میں صرف اُس احساسِ ذمہ داری اور اس شعورِ اسلامی کو بیدار کرنے کی کوشش کروں جس کے بعد کبھی نہ ختم ہونے والے کام اور دائماً منہمک رکھنے والے پروگرام کا نقشہ خود بخود آپ کے سامنے آ سکتا ہے ۔"

مقامی امراء اور ارکانِ جماعت کی ذمہ داری۔

" ارکان جماعت کی طرف سے بار بار اس خواہش کا اظہار ہوتا ہے کہ مرکز سے پیہم ان کو ہدایات ملتی رہیں اور جماعتی کارروائیوں کے سلسلہ میں لوگوں کو پیہم حرکت دی جاتی رہے۔ میں اس طریق کار کو صحیح نہیں سمجھتا۔ میری کوشش یہ ہے کہ ہر جگہ مقامی جماعت کے نظام کو چلانے کے لیے ایسے لوگ ہونے چاہئیں جن میں خود قوتِ کارکردگی (Initiative) موجود ہو اور جو اپنے فرائض کو خود سمجھنے اور ادا کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ لگے بندھے کاموں کو مقرر طریقوں کے مطابق انجام دیتے رہنے کی عادت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ میرا کام یہ ہے کہ میں اصول اور طریقِ کار سمجھا دوں اور اصولی ہدایات دے کر چھوڑ دوں۔ اس کے بعد ارکانِ جماعت اور خصوصاً مقامی جماعتوں کے امراء کو خود اپنے کام سمجھنا اور انجام دینا چاہیے۔ جہاں کسی قسم کی مشکلات پیش آئیں کہیں کوئی پیچیدگی پیدا ہو یا کوئی نئی اسکیم وہ اپنے حلقہ میں عمل میں لانا چاہتے ہوں وہاں وہ مجھ سے رجوع کر سکتے ہیں۔ لیکن ہر وقت اس انتظار میں رہنا کہ ہدایات ملیں اور ٹھیلا اور دھکیا جاتا رہے اور نگرانی اور باز پرس ہوتی رہے، یہ اس تحریک کو چلانے کے لیے کوئی مفید صورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ لوگ اس راہ پر چلنے کے لیے مستقل طور پر کسی حرکت اور ہدایت دینے والے کے محتاج رہیں گے اور اگر کسی وقت وہ ہٹ گیا تو اُلٹے پاؤں پھر جائیں گے۔ کم از کم ہمارے ابتدائی کارکن جو سابقین اوّلین کی حیثیت

رکھتے ہیں، ان کی تو یہ صفت ہونی چاہیئے کہ ان میں سے ہر شخص کے اندر یہ داعیہ موجود ہو کہ اگر کوئی اس راہ پہ چلنے والا نہ ہو تو وہ خود چلے گا اور کوئی اکسانے والا نہ ہو تو نہ صرف وہ خود حرکت کرے گا، بلکہ دوسروں کو بھی حرکت دے گا۔"

جماعتی کام کا غلط تصوّر۔

"منجملہ اُن غلط فہمیوں کے جو آج کل عام طور پہ پھیلی ہوئی ہیں، ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں میں بعض مخصوص طرز کے کاموں کی اہمیت کا غیر متناسب تصور پیدا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ بس ہر شخص اسی طرز کے کام کرے اور لفظ "کام" کے یہی معنی سمجھے جاتے ہیں کہ ہو تو بس وہی کام ہو۔ مثلاً دیہات کا چکر لگانا یا عوام میں دعوت پھیلانا وغیرہ۔ اب قطع نظر اس سے کہ کسی شخص میں دیہاتیوں سے خطاب کرنے اور عوام کی اصلاح کرنے کی اہلیت ہو یا نہ ہو، لوگ یہ چاہتے ہیں کہ جو شخص بھی کام کرنے کے لیے اُٹھے وہ یہی کام کرے۔ اس کے مقابلہ میں دوسرے کام جو اپنے وزن اور نتائج کے لحاظ سے دیہاتیوں کی اصلاح اور عمومی دعوت سے کچھ کم اہم نہیں ہیں بلکہ بہت زیادہ عظیم الشان ہیں، ان کی اہمیت کو نہیں سمجھا جاتا۔

میں دیکھتا ہوں کہ اس غلط تصوّرِ عمل سے ہمارے رفقاء بھی بہت کچھ متاثر ہیں اور بعض لوگوں میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ اپنی قابلیتوں کو سمجھے بغیر بس وہ کام کریں جسے دنیا لفظ کام سے تعبیر کرتی ہے۔ اس چیز کی غلطی

اچھی طرح سمجھ لیجئے اور اس میں مبتلا ہونے سے بچئے۔

جماعتی کام کا صحیح تصور۔

در اصل اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر شخص سے اس عبادت کا مطالبہ کرتا ہے جس کی صلاحیت اس نے اس کے اندر ودیعت کی ہے۔ جو جو قوتیں اللہ نے کسی شخص کو تفویض کی ہیں ان ساری قوتوں سے اس کو عبادت بجالانی چاہیئے اور جو خاص قوت کسی کو زیادہ عطا فرمائی ہے اس پر عبادت کا حق بھی بہ نسبت دوسری قوتوں کے زیادہ عائد ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کو اللہ نے گویائی کی قوت زیادہ عطا کی ہو تو اس کے لیے اصل عبادت یہی ہو گی کہ اپنی زبان کو اعلائے کلمۃ اللہ کی خدمت میں استعمال کرے اور جسے تحریر کی نمایاں صلاحیت بخشی گئی ہو۔ سب سے زیادہ اس کے قلم ہی پر فرائض عبودیت عائد ہوں گے۔ غرض ہر شخص کے ذمہ وہی کام ہے جس کی قوت خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے اسے ودیعت کی ہو۔ اگر وہ اس کام کو چھوڑ کر کسی دوسرے ایسے کام میں اپنی قوتیں صرف کرتا ہے جس کی اہلیت اس میں نسبتۃً کم ہے تو وہ اجر کا مستحق نہیں بلکہ اس کے مبتلائے وزر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

جب اللہ کے دین کی خدمت کے بے شمار پہلو ہیں اور ہر پہلو اپنی ایک اہمیت رکھتا ہے تو اشخاص کی مساعی کو کسی ایک دائرہ میں سمیٹنا قطعاً غلط ہے۔ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ہم تعلیم و تدریس کے ماہرین، مصنفین، اہل صحافت، سب کو دیہات میں کام کرنے کے لیے بھیج دیں۔ ایسا ہی ایک تجربہ

اشتراکی انقلاب کے علمبرداروں نے ابتداءً روس میں کیا تھا۔ انہوں نے اہلِ دماغ کا ایک بڑا لشکر مزدوروں اور کسانوں میں کام کرنے کے لیے پھیلا دیا لیکن کثیر لوگوں کی زندگیاں ایک غلط مصرف پر صرف کر دینے کے بعد معلوم ہوا کہ جو کچھ ہوا ہے غلط ہوا ہے۔ یہ نازک دماغ لوگ دیہاتیوں کو انقلاب کے لیے تیار بھی نہ کر سکے اور دوسری خدمات سے بھی محروم رہے۔ ہم اس قسم کا تجربہ دوہرانے کی ہمت نہیں رکھتے۔

ہر شخص اپنے حلقہ میں کام کرے۔

اس گذارش کا مدعا یہ ہرگز نہیں ہے کہ دیہاتیوں میں کام نہ کیا جائے یا عوام کی اصلاح کا کوئی کام اہمیت نہیں رکھتا۔ جو لوگ اس کام کی صلاحیتیں رکھتے ہوں وہ ضرور اس میدان میں اپنی خدمات کو مصروف رکھیں اور عوام کو اپنے ساتھ کھینچ لے چلنے کی جدوجہد کریں۔ پہلے بھی ہمارے کچھ ارکین عوام میں تحریک کو پھیلانے کا تجربہ کر رہے ہیں اور ان کی عملی واقفیت سے فائدہ اٹھا کر دوسرے مقامات پر بھی یہ مہم شروع ہونی چاہیئے مگر جو لوگ دیہاتیوں اور عوام کی ذہنیت سے ناواقف اور ان سے خطاب کرنے کی اہلیت سے کورے ہوں اور اہلِ دماغ طبقہ کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں انہیں اپنی قوتیں اسی طبقہ کی اصلاح میں صرف کرنی چاہیئیں فی الواقع اس طبقہ کے ایک آدمی کی اصلاح طبقۂ عوام کے ہزار آدمیوں کی اصلاح سے زیادہ وزنی ہے۔ علمی اور تعلیمی پہلو سے دین کی خدمت انجام دینے کی قابلیت رکھنے

والے لوگ اپنے اوپر اور اپنے مقصدِ زندگی پر ظلم کریں گے اگر ان کاموں کو چھوڑ کر دیہات کے چکر لگانے لگیں گے یا مزدوروں کی بستیوں میں گھومنا شروع کر دیں گے۔ ہر آدمی اپنی صلاحیتوں کو سمجھے اور ان کے مطابق اپنے میدانِ کار کی حدبندی کر لے۔ اس طرح ہر پہلو کو مضبوط کر کے ہم کامیاب پیش قدمی کر سکیں گے۔"

مختلف مقامات پر کام کی رپورٹیں اور اُن پر تبصرہ

اس تقریر کے بعد مختلف مقامات کی جماعتوں کے نمائندوں نے اپنے اپنے حلقوں کی رپورٹیں پیش کیں اور تفصیل کے ساتھ بتایا کہ وہاں اب تک کیا کام ہوا ہے، کس قسم کے لوگ جماعت میں آئے ہیں، مقامی آبادی میں ہماری دعوت کا اثر کس حد تک پھیلا ہے، دعوت کی ترقی میں کس کس قسم کی مشکلات اور رکاوٹیں حائل ہیں اور دعوت کے کیا کیا طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔"

یہ سلسلہ ابھی چل رہا تھا کہ پہلی نشست ختم ہو گئی۔ دوسری نشست اسی روز ظہر کے بعد ہوئی اور اس میں بھی ابتداءً کچھ وقت بقیہ رپورٹیں پڑھنے پر صرف ہوا۔ اس کے بعد ان رپورٹوں پر بحث و تبصرہ ہوتا رہا۔ جو کمزوریاں نظامِ جماعت میں نظر آئیں ان پر امیر جماعت نے گرفت کی اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ مثلاً

ارکان کی اصلاح اور بھرتی کے بارے میں ہدایات۔

بعض مقامات پر نامناسب یا خام آدمیوں کو بے احتیاطی کے ساتھ جماعت میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اس کے متعلق ہدایت دی گئی کہ اس طرح جو لوگ تحریک کو اچھی طرح سمجھے بغیر جماعت میں آگئے ہیں اور جن کے اندر کوئی نمایاں اخلاقی تبدیلی نہیں پائی جاتی ان کو پختہ کرنے کی کوشش کی جاتے اور پھر بھی جن کے اندر خامی رہ گئی ہو ان سے درخواست کی جائے کہ نظامِ جماعت سے باہر رہ کر ہر ممکن طریقہ سے ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ نیز آئندہ صرف انہی لوگوں کو جماعت میں لیا جائے جنہوں نے اچھی طرح جماعت کے مسلک کو سمجھ لیا ہو، جو دستور کی روح کو جذب کر چکے ہوں اور جن کے اخلاق و سیرت میں ضروری تبدیلیاں نمایاں نظر آتی ہوں۔

طریق دعوت کے بارے میں ہدایات۔

اسی طرح جہاں دعوت کے طریقوں میں کوئی کمزوری پائی جاتی تھی امیرِ جماعت نے اس پر بھی گرفت کی اور تفصیل کے ساتھ بتایا کہ دعوت کا صحیح طریقہ کیا ہے نیز دعوت کی راہ میں جو مختلف رکاوٹیں اور مشکلات بیان کی گئی تھیں ان کو دُور کرنے کی تدابیر کیا ہیں۔ مثلاً آپ نے ہدایت کی کہ عوام میں سردست صرف دین کی حقیقت اور دین داری کے اصل مفہوم کی تبلیغ کی جائے۔ آخری اور انتہائی مقتضیات کو پیش کرنے میں ابھی احتیاط سے کام لیا جائے فی الحال تمام تر زور توحید اور اطاعت خدا و رسول

کی دعوت پر اور اس تبلیغ و تلقین پر صرف کرنا چاہیئے کہ لوگوں کے اندر خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس پیدا ہو جائے۔ دعوت کے سلسلہ میں اس امر کا بھی خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیئے کہ داعی اپنے آپ کو کسی خاص نظام جماعت سے وابستگی رکھنے والے مبلغ کی حیثیت سے پیش نہ کرے اور نہ نظام جماعت کی طرف اپنی تقریروں یا گفتگوؤں میں عام دعوت دے۔

جو لوگ تعلیم یافتہ طبقہ میں کام کریں انہیں بحث و مذاکرہ کے بجائے لٹریچر کی اشاعت میں کوشش صرف کرنی چاہیئے۔ ہر شخص جس سے سابقہ پیش آئے اس کی ذہنیت کو ملحوظ رکھ کر جماعت کے لٹریچر میں سے خاص خاص چیزیں ایک صحیح ترتیب سے اس کے مطالعہ کے لیے تجویز کی جائیں۔ اس کے بعد جن امور کی مزید تفہیم کی ضرورت پیش آئے ان پر زبانی گفتگو کر لی جائے۔ لیکن جہاں گفتگو کا رخ بحث و مناظرہ کی طرف مڑتا نظر آئے وہاں مزید پیش قدمی سے صاف انکار کر دینا چاہیئے اور اپنے آپ کو دماغی کشتی کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچانا چاہیئے۔ جو لوگ دوسری جماعتوں کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں یا اپنے نظری معتقدات میں غلو رکھتے ہیں انہیں خواہ مخواہ کھینچنے اور ایسی بحثیں چھیڑنے سے سخت پرہیز کیا جائے جو ان کے اندر ضد پیدا کرنے والی ہوں۔

جہاں مخالفتیں اور رکاوٹیں پائی جاتی ہوں وہاں دیکھ لیا جائے کہ آیا یہ چیزیں کسی غلط فہمی کی بنا پر ہیں یا ہمارے مقصد اور مسلک کو ٹھیک ٹھیک جان لینے کے بعد قصداً مخالفت کی جا رہی ہے اگر پہلی صورت ہو

تو معقول طریقوں سے غلط فہمی کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے اور جہاں محسوس ہو کہ دوسری صورت ہے وہاں صبر جمیل سے کام لیا جائے۔

ان ضروری ہدایات کے خاتمہ پر امیر جماعت نے رفتار سے کہا کہ "جو بات میں خاص طور پر آپ کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تبلیغ صرف تقریر یا گفتگو یا تحریر ہی کے ذریعہ سے نہیں ہوا کرتی بلکہ اصل تبلیغ وہ ہوتی ہے جو ایک تخیل کے داعی اپنی پوری زندگی سے ہر آن کرتے رہتے ہیں بشرطیکہ ان کی زندگی اس تخیل کا مجسم ظہور اور اس کی زندہ شہادت بن گئی ہو۔ آپ جس تخیل کے داعی ہیں اگر اس کے سانچے میں آپ کی زندگی پوری طرح ڈھل جائے تو اس تخیل کے خلاف چلنے والی دنیا میں آپ کی حالت ایسی ہو گی جیسے ایک گول سوراخ میں چوکھونٹی میخ اپنے پورے وجود سے ہر آن ہر زاویہ پر اس گول سوراخ کے پورے وجود کے ساتھ متصادم ہوتی رہتی ہے اور ہر وقت اپنے اور اس کے اختلاف کا مظاہرہ کرتی رہتی ہے۔ یا جیسے برف خانہ میں چند دہکتے ہوئے انگارے جو اگر کوئی آواز بلند نہ کر رہے ہوں تب بھی ان کا وہاں محض موجود ہونا ہی بجائے خود برف کے تودوں کے خلاف ایک مستقل اعلانِ جنگ ہے۔ اگر ان کے اردگرد کوئی آتش گیر مواد موجود ہو گا تو وہ کسی وعظ کے بغیر ان سے اثر لے کر مشتعل ہو جائے گا اور برف خانہ آتش کدے میں تبدیل ہو کر رہے گا۔ بے شعوری کے اسلام اور منافقانہ اسلام کا معاملہ تو دوسرا ہے، لیکن جب کوئی شخص اخلاق کے ساتھ شعوری طریقہ سے اِسلام

قبول کر لیتا ہے تو اس کے ساتھ ہی افکار، اخلاق، معیشت، معاشرت، تمدن غرض ہر شعبۂ زندگی میں اپنے غیر اسلامی ماحول سے اس کا تصادم شروع ہو جاتا ہے۔ اس کو یہ ماحول، اور اس ماحول کو وہ ہر وقت کھٹکتا ہے۔ اس کی پوری ہستی فضائے جاہلیت کے خلاف ایک احتجاج بن جاتی ہے اور اس فضا میں وہ اس طرح اجنبی و نامانوس ہو کر رہ جاتا ہے جیسے سیاہ چادر پر سفید دھبہ۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کفر و جاہلیت کے مارے ہوئے ماحول میں آپ یہی کچھ بن کر رہ جائیں تاکہ اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اس نظام کے ہر جزء سے ہر ہر قدم آپ کا تصادم ہو اور اپنے پورے وجود سے آپ اس کے خلاف ایک مستقل اعلان جنگ اور ایک ابدی و دائمی احتجاج بن جائیں۔ یہ ہر آئینی و ہر جہتی کشمکش اور یہ ہر لحظہ کا خاموش تصادم ہزار دعظوں، تقریروں اور مقالوں سے زیادہ وزنی ہے، بلکہ درحقیقت یہی اصل چیز ہے اور اس کے بغیر تبلیغ افکار کی مہم سرانجام نہیں پا سکتی۔"

سابق جماعتی تعصبات سے پرہیز۔

ان پُر مغز مشوروں کے بعد آپ نے رفقاء کی ایک بڑی اور عام کمزوری کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ مختلف جماعتوں سے آنے والے لوگ اپنے ساتھ پچھلی گروہی اور سیاسی زندگیوں کے اثرات لے آتے ہیں۔ ان میں اب تک سابق جماعتی تعصبات کا اثر موجود ہے مثلاً جو گروہ کانگرس سے نکل کر آیا ہے وہ اگرچہ کانگرس کے حق میں اثباتی تعصب نہیں رکھتا ہے لیکن لیگ کی مخالفت کا رجحان ان کے دماغوں

ہیں واضح طور پر باقی ہے۔ یہی حال لیگ سے آنے والے حضرات کا ہے۔
پھر جو لوگ مخصوص مذہبی گروہوں سے ٹوٹ کر آتے ہیں اُن میں بھی اُن
گروہوں کے خلاف اچھا خاصا تیز جذبۂ مخالفت پایا جاتا ہے جن سے لڑنے
میں اُن کی عمریں گذری ہیں۔ ان مختلف تعصبات کے حاملین جب کبھی مل
بیٹھتے ہیں اور بحث و مذاکرہ کا سلسلہ چل نکلتا ہے تو بسا اوقات یہ اندیشہ
ہوتا ہے کہ ان کی باہمی گفتگو ئیں سابق عصبیتوں کو اسی طرح تازہ نہ کردیں
جس طرح اَوس و خزرج کے لوگوں میں منافقین کا چھوڑا ہوا ایک شوشہ
جنگِ بُعاث کے اثرات تازہ کردیتا تھا۔

تنظیمی اُمور

صوبہ بہار کے لیے قیم کا تقرر۔

اس تبصرے کا سلسلہ تیسری نشست تک جاری رہا۔ اس کے بعد
تیسری نشست میں صوبہ کے کام کی تنظیم کے متعلق مشورہ ہوا۔ مشورہ کے
دوران میں اندازہ ہوا کہ اس امر کی ضرورت بہ شدت محسوس کی جارہی ہے
کہ صوبۂ بہار میں کم از کم ایک قیّم جماعت ضرور ہونا چاہیئے جو مستعد اور
فرض شناس ہو اور مختلف مقامات کی جماعتوں اور متفرق ارکان کے ساتھ ربط و
ضبط رکھے، ان کی کارروائیوں سے واقف رہے، وقتاً فوقتاً ان کو جمع کرتا
رہے اور کبھی کبھی خود ان کے پاس پہنچتا رہے۔ اس غرض کے لیے مولانا
مسعود عالم صاحب ندوی موزوں ترین ہو سکتے تھے لیکن افسوس ہے کہ

ان کی صحت اس کی اجازت نہیں دیتی - اس لیے تجویز کیا گیا کہ بہار کی جماعتوں کے ارکان جلدی سے جلدی آپس میں مشورہ کر کے ایک قیم جماعت کا انتخاب کریں۔

ہفتہ وار اجتماعات کا التزام اور پروگرام۔

دوسری چیز جس کے متعلق مختلف مقامی جماعتوں کے امراء کو ہدایت کی گئی یہ تھی کہ اپنے اپنے حلقہ کے ارکان کی صلاحیتوں کا صحیح صحیح اندازہ کر کے ان سے کام لیں اور جمعہ کے اجتماع کا شدت سے التزام کریں۔ جو لوگ بلا عذرِ معقول جمعہ کے اجتماع میں نہ آئیں اُن کے متعلق یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ جماعت سے دلچسپی نہیں رکھتے۔ جمعہ کے اجتماعات سے حسبِ ذیل طریقوں سے استفادہ کیا جائے:۔

۱۔ جماعت کی طرف سے شائع ہونے والے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے، نہ صرف تازہ شائع ہونے والی چیزوں کا بلکہ پہلی مطبوعات کا بھی تاکہ ان کے مضامین بار بار ذہن میں تازہ ہوتے رہیں، خصوصاً دستور کو وقتاً فوقتاً جماعت کے اجتماعات میں پڑھا جاتا رہے۔

۲۔ پس ماندہ رفقاء کو اٹھانے اور ابھارنے اور ہمدردی و اخلاص کے ساتھ ان کی کمزوریوں کو رفع کرنے کی سعی کی جائے۔

۳۔ دعوت کو مختلف حلقوں میں پھیلانے کی تدابیر پر غور و خوض کیا جائے۔

۴۔ ہر فرد نے پچھلے ہفتہ میں جو کام کیا ہو اس کو وہ پیش کرے اور

دوسرے ارکان یا تو اس سے استفادہ کریں یا اگر اس کے طریق کار میں کوئی غلطی پائیں تو اس کی اصلاح کریں یا اگر اس کو مشکلات پیش آئی ہوں تو ان کا حل تلاش کریں۔

۵۔ دعوت کی راہ میں جو مزاحمتیں پیش آ رہی ہوں ان کا جائزہ لیا جائے اور انہیں دُور کرنے کی تدبیریں سوچی جائیں۔

۶۔ اگر مقامی جماعت میں کوئی صاحب درسِ قرآن کی اہلیت رکھتے ہوں تو ہفتہ وار درس ہو ورنہ تفہیم القرآن کی مدد سے کتاب اللہ میں بصیرت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

ہفتہ وار اجتماعات کی اہمیت۔

یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ ہفتہ وار اجتماع کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ارکان کو جماعت سے وابستہ رکھنے اور ان کے اندر تحریک سے دلچسپی اور باہمی تعاون کی روح کو برقرار رکھنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ اس سے تغافل برتنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعت بیخ بستہ ہو جائے گی، ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ رہے گا کہ ہم میں سے کون لوگ تحریک سے واقعی دلچسپی رکھتے ہیں اور کون نہیں رکھتے، ہمارے ارکان ایک دوسرے سے اجنبی رہیں گے، ان کے درمیان نہ دوستی و رفاقت کا رشتہ مضبوط ہو سکے گا، نہ وہ جماعت کے کاموں میں تعاون کر سکیں گے، اور نہ ایک دوسرے کی اصلاح میں مددگار بن سکیں گے۔

عہدِ رکنیت کی ذمہ داریاں۔

تیسری چیز جس کی طرف امیرِ جماعت نے تمام رفقاء کو پورے زور کے ساتھ توجہ دلائی وہ یہ تھی کہ انہیں اپنے عہد کی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ادا کرنے کی فکر کرنی چاہیئے اور ہر شخص کو اپنی قوتوں اور قابلیتوں کا پورا جائزہ لے کر ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنا چاہیئے کہ وہ کیا کام کر سکتا ہے، پھر جس کام کی اہلیت و صلاحیت اسے اپنے اندر محسوس ہو اس کو انجام دینے میں بس لگ جانا چاہیئے۔ یہ وقت وہ ہے جو ہم سے اپنی انتہائی حدِ وسع تک سعی و کوشش کا مطالبہ کر رہا ہے، ضرورت ہے کہ ایک لمحہ کا انتظار کیے بغیر ہم میں سے ہر شخص اٹھے اور جس سے جو کچھ ہو سکتا ہے کرے۔ جو اہلِ علم ہیں وہ تخریب و تعمیرِ افکار کی مہم میں مصروف ہوں، جو اہلِ تعلیم ہیں وہ نئی نسل کی تیاری کے لیے مستعد ہو جائیں، جو ادیب ہیں وہ ادب کی مختلف راہوں سے نظامِ حاضر پر حملہ آور ہوں اور نظامِ اسلامی کی دعوت پھیلائیں، جو مضمون نگار ہیں وہ اخباروں اور رسالوں میں اظہارِ خیال شروع کر دیں، جو بات چیت سے لوگوں پر اثر ڈالنے کی قوت رکھتے ہیں وہ انفرادی تبلیغ کی مہم میں مصروف ہو جائیں، جنہیں دیہاتیوں میں کام کرنے یا عوام کو خطاب کرنے کا تجربہ ہو وہ دیہات میں گھومیں اور عامۃ الناس کی اصلاح کی کوشش کریں، جن کو اللہ نے بہتر معاشی حالات دیئے ہوں وہ بیت المال کی تقویت کا فکر کریں۔ غرض کسی

قوت کی ایک رمق بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ رہا یہ سوال کہ آپ کتنا کام کریں اور کس حد تک کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا بہترین فیصلہ آپ کا اپنا ضمیر ہی کر سکتا ہے۔ آپ اتنا کام کریں اور اس حد تک کیئے جائیں جس کے بعد آپ کا ضمیر مطمئن ہو جائے کہ خدا جب آپ سے آپ کے وقت اور قوتوں کا حساب لے گا تو آپ اس کارنامۂ خدمت کو پیش کر کے مغفرت کی امید کر سکیں گے۔

ایک معاشی اسکیم

آخر میں جناب فضل الرحمان صاحب (مونگیر) کی ایک اسکیم زیر بحث آئی جس کا مفاد یہ تھا کہ ارکانِ جماعت کو مالِ حرام سے اجتناب کی وجہ سے جو مالی مشکلات پیش آتی ہیں انہیں دُور کرنے کے لیے مختلف مقامات پر اس طرز کی کاروباری اسکیمیں عمل میں لائی جائیں کہ کچھ مالدار اور کچھ کارندے مل کر دولت فراہم کریں اور یہ دولت ایک مقررہ تناسب سے سرمایہ لگانے والوں، محنت کرنے والوں اور جماعت کے بیت المال پر تقسیم ہوتی رہے۔ اس طرح مختلف مقامات پر تبلیغی اور تعلیمی مراکز کو جاری کر کے کام کی رفتار تیز کی جا سکتی ہے۔

اس تجویز پر مشاورتی گفتگو کچھ دیر تک ہوتی رہی۔ مولانا امین احسن صاحب نے اس سلسلہ میں مختصر تقریر کی جس میں انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر ارکانِ جماعت باہم انفرادی طور پر معاشی امور میں ایکدوسرے

کی معاونت کریں تو یہ نہایت احسن اور ضروری ہے بلکہ جہاں کوئی رکن معاشی مشکلات میں مبتلا ہو وہاں تمام ارکان کا فرض ہے کہ اس کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے جو کچھ وہ کر سکتے ہیں، کریں۔ لیکن جماعت کو اپنی جماعتی حیثیت میں اعلائے کلمۃ اللہ کی دعوت اور جدوجہد کے سوا کوئی کاروباری حرکت نہیں کرنی چاہیئے اگر ایک انقلابی جماعت ایک پہلو سے کاروباری ادارہ بھی بن جاتی تو ایک تو اس کی مساعی بالکل تقسیم ہو کر رہ جائیں گے، دوسرے کچھ لوگ بلا کسی حقیقی جذبہ کے محض معاشی مفاد کی ہوس میں اس کے اندر جذب ہونے شروع ہو جائیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے اصلی مقصد کو نقصان پہنچے گا اس خیال کی تائید جناب امیر نے بھی کی اور بغیر کسی ووٹنگ کے فضل الرحمان صاحب نے خود اس نقطۂ نظر کو تسلیم کر لیا اور اپنی اس تجویز کو جو بہت دنوں کے غور و خوض کے بعد مرتب کر کے لائے تھے، بلاتامل واپس لے لیا۔

دوسرے دن ارکانِ جماعت سے انفرادی طور پر تبادلۂ خیالات جاری رہا اور ہر شخص اور ہر جماعت کو مقامی ضرورت کے لحاظ سے امیر جماعت نے مشورے اور ہدایات دیں۔

خصوصی ملاقاتیں اور بعض شبہات کا ازالہ

عام ملاقاتوں کے لیے ۲۳ر اکتوبر کا دن مقرر کیا گیا تھا لیکن دربھنگہ اور دوسرے مقامات سے مختلف اصحاب ۲۲ر کی شام سے ہی آنے

لگے جن میں مسلم لیگ ، امارت شرعیہ ، جمعیتہ العلماء اور دوسری جماعتوں سے تعلق رکھنے والے حضرات بھی شامل تھے ۔ اُن سے گھنٹوں امیرِ جماعت اور دوسرے رفقاء تبادلہ خیالات فرماتے رہے اور اپنے مسلک کی وضاحت اور ان غلط فہمیوں کی تردید کی جو مختلف حلقوں میں جماعت کے متعلق پائی جاتی ہیں ۔ ان گفتگوؤں کا خلاصہ پیش کردینا مشکل ہے ۔ مختصراً دو تین باتوں کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

عام مسلمانوں کے بارے میں جماعت کا نقطۂ نظر ۔

بعض حلقوں کی طرف سے مسلمانوں میں یہ غلط فہمی بکثرت پھیلائی گئی ہے کہ ہم عام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں ۔ اس کا اثر دربھنگہ میں بھی پایا جاتا تھا ۔ اگرچہ اس کی عملی تردید کے لیے یہ بات کافی تھی کہ ہم نے جمعہ کی نماز عام مسلمانوں کے ساتھ ادا کی ، لیکن اس پر بھی لوگوں کے لیے یہ سوال دریافت طلب ہی رہا اور جواب میں امیرِ جماعت نے لوگوں کو صاف صاف بتا دیا کہ یہ محض ایک بہتان ہے جو ہماری دعوتِ اصلاح میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے جان بوجھ کر لگایا جا رہا ہے ۔

دوسری جماعتوں کے بارے میں جماعت کا طرزِ عمل ۔

دوسرا شبہ عام طور پر مختلف جماعتوں میں یہ پھیلا ہوا ہے کہ ہماری ان سے براہ راست کوئی کشمکش ہے ۔ اس سلسلہ میں بھی صاف صاف بتا دیا گیا کہ براہ راست کسی جماعت کے خلاف ہمارا کوئی معرکہ (Campaign) نہیں ہے ۔ ہم جن امور میں مختلف جماعتوں کے مسلک سے اختلاف

رکھتے ہیں ان کی وضاحت لٹریچر میں کر دی گئی ہے۔ اب ہمارا اصل تصادم کافرانہ نظامِ حیات سے ہے، محدود مقاصد پہ کام کرنے والی جماعتی ہئیتوں (Political - Bodies) سے نہیں ہے۔

اسلامی انقلاب برپا کس طرح ہو گا۔

بہت سے لوگ اس بات کو بھی سمجھنا چاہتے تھے کہ یہ اسلامی انقلاب برپا کس طرح ہوگا؟ اس کی توضیح کرتے ہوئے مولانا مودودی صاحب نے بتایا کہ آغاز ہمیشہ افکار کی تبدیلی اور ذہنیتوں کی نئی تعمیر سے ہوتا ہے اس کے بعد ایک اصولی جماعت کو اپنے نصب العین کی طرف بڑھنے کے لیے وہ مشکلات پیش نہیں آتیں جو ایک قومی گروہ کو پیش آتی ہیں۔ ایک قوم کے لیے تو بے شک یہ سوال بڑا اہم ہے کہ وہ دوسری قوموں کے مقابلہ کے لیے تربیت یافتہ آدمی اور سامان کہاں سے لائے، لیکن ایک اصولی جماعت کے لیے یہ سوالات اہمیت نہیں رکھتے۔ اس کے لیے تو صرف یہ سوال اہمیّت رکھتا ہے کہ اس کی دعوت کو جو لوگ لے کر اٹھیں وہ اپنے اصولوں پہ اعتقادی اور عملی طور پر سچا ایمان رکھنے والے ہوں جس کے ذریعہ سے حریفوں کے دل اور دماغ مفتوح ہو سکتے ہوں۔ اس طرح جب دعوت اُس منزل پہ پہنچتی ہے جہاں نظامِ حاضر سے اس کا مسلح تصادم ہونے لگتا ہے تو اُسے تمام سازوسامان اور ہر قسم کے تربیت یافتہ آدمی خود نظامِ حاضر ہی سے ملتے چلے جاتے ہیں۔ اسے آدمی بنانے نہیں پڑتے بلکہ بنے بنائے آدمیوں کو مسخر کرنا ہوتا ہے۔

"حلقۂ مطالعۂ اسلامی" کی طرف سے جلسۂ عام کا اہتمام کیا گیا تھا اور پروگرام یہی تھا کہ جنابِ امیر عوام کو بھی خطاب کریں۔ اس پروگرام کے مطابق بہت سے لوگ محض مولانا کی تقریر سننے کے لیے آئے تھے مگر افسوس ہے کہ منتظمین جلسہ کو پروگرام بدلنا پڑا اور مولانا کی تقریر نہ ہو سکی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دربھنگہ میں ایک گروہ چند روز پہلے سے فتنہ انگیزی میں مشغول تھا اور اس بات کا امکان تھا کہ یہ لوگ جلسۂ عام میں افتراق برپا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ حالات سُن کر امیرِ جماعت نے جلسہ میں شریک ہونے سے معذرت ظاہر کی کیونکہ ان کا مستقل مسلک یہ ہے کہ فتنہ سے اجتناب کیا جائے اور جہاں لوگ ہماری دعوت کو سُننا نہ چاہتے ہوں ان کے کانوں میں حق کی آواز کو زبردستی ٹھونسنے کی کوشش نہ کی جائے۔ چنانچہ ان کے بجائے اجلاسِ عام میں ملک نصر اللہ خاں عزیز صاحب مدیر "مسلمان" لاہور نے تقریر کی جو بحیثیتِ مجموعی کامیاب رہی۔

تحریک اسلامی پاکستان
مردان